۱۸۶ رس

بعد مت گرامی جناب آغا شورش کاشمیری

مقام صحابہؓ
اور
مسئلہ خلافت و شہادت

از ارشادات

حضرت شیخ الحدیث مولانا عبد الحق صاحب دامت برکاتہم
بانی و مہتمم دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

سلسلہ
۷

شائع کردہ

شعبۂ تصنیف و اشاعت دار العلوم حقانیہ
اکوڑہ خٹک
ضلع پشاور

رجب ۱۳۸۲ھ

"جملہ حقوق محفوظ ہیں"

مقامِ صحابہ و مسئلہ خلافت و شہادت

از

ارشادات حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب مدظلہ
مہتمم و بانیٔ دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

صحابہ کرام کے مقام واحترام۔ اور ان کی باہمی رواداری کے بارے میں حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب کی بصیرت افروز تقریر جو آپ نے ۹ محرم الحرام ۱۳۸۲ھ کو بعد نماز عشاء بمقام رسالپور ایک اجتماع میں ارشاد فرمائی ۔ تین گھنٹے کے اس طویل خطاب میں واقعہ شہادت حسینؓ، مسئلہ خلافت شیخین حضرت علی و حضرت معاویہ کا باہمی تعلق اور دیگر کئی مضامین پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ حاضرین کی اکثریت فوجیوں اور سرکاری ملازمین پر مشتمل تھی۔ ذیلی حواشی اور ضمنی مباحث نے کتاب کی افادیت کو دوبالا کر دیا ہے

سلسلہ
۲

حققہٗ و علق حواشیہ
سمیع الحق المدرس بدار العلوم الحقانیہ

شعبۂ تصنیف و اشاعت دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک
ضلع پشاور (مغربی پاکستان)

ھدیہ۔ ایک روپیہ

مقامِ اشاعت ...... دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک
مطبع .... منظور عام پریس پشاور
تعداد اشاعت ۱۰۰۰
تاریخ اشاعت ...... رجب ۱۳۸۲ھ
ہدیہ .... ایک روپیہ

Masood Faisal Jhandir Library

پیش لفظ

باسمہ تعالیٰ شانہ

حامداً و مصلیاً۔ آج کے پرآشوب زمانہ اور پرفتن دور میں جہاں ایک طرف دشمنانِ اسلام ہرقسم کے اسلحہ سے لیس ہوکر ہرطرف سے دینِ اسلام پر حملہ آور ہو رہے ہیں۔ اور چاہتے ہیں۔ کہ مسلمان اپنے مذہب۔ تہذیب اور تمدن سے برگشتہ ہوکر اغیار کی تہذیب اور تمدن کو اپنائیں، وہاں دوسری طرف خود مسلمانوں کے یہاں ایسے مذہبی فتنے پیدا ہو گئے ہیں۔ جن کی بدولت اسلام کے نام لیواؤں میں اتحاد کی بجائے اختلاف، اتفاق کی بجائے افتراق۔ اور مرکزیت کی جگہ انتشار پایا جاتا ہے۔ ہرگروہ دوسرے گروہ کے خلاف صف آرا ہوگیا ہے اور اپنی پوری قوت کو اس کے خلاف استعمال کرنے میں سرگرمی دکھا رہا ہے۔ حد یہ ہے۔ کہ اس انتشار اور باہمی افتراق سے پوری ملتِ اسلامیہ بری طرح متاثر ہو چکی ہے۔ اور وہ پاک و مقدس ہستیاں بھی آج کے بے لگام زبانوں کی طعن و تشنیع سے محفوظ نہیں رہیں۔ جن کی پاک سیرتیں پوری ملت کے لئے اسوۂ حسنہ کی حیثیت رکھتی ہیں۔ اور جن کے حق میں زبان درازی سے پوری امت کو اس طرح ڈرایا گیا ہے کہ: اللہ اللہ فی اصحابی لا تتخذوھم من بعدی غرضا فمن احبھم فبحبی احبھم ومن ابغضھم فببغضی ابغضھم الحدیث اور لا تسبوا اصحابی فلو ان احدکم انفق مثل احد ذھبا ما بلغ مد احدھم ولا نصیفہ

صحابہ کرام کے مابین جو اختلافات یا مسائل و مشاجرات پائے گئے ہیں۔ ان پر ہمارے لئے ایسے طریقہ سے تبصرہ کرنے کا ہرگز حق نہیں جس میں ایک گروہ کی تنقیص یا توہین کا ادنیٰ شائبہ بھی پایا جاتا ہو۔ ورنہ ایمان خطرے میں پڑ جائے گا۔

مگر افسوس! کہ امت میں ایک گروہ اپنی ناعاقبت اندیشی کی وجہ سے ہمیشہ یہ کرتا چلا آیا ہے۔ کہ جب بھی اس قسم کے معاملات اور مسائل پر زبان کھولتا ہے۔ تو اپنے مخصوص نظریات کے تحت نہ صرف یہ کہ صحابہؓ کرام کے ایک گروہ کو ہدف ملامت بنا دیتا ہے۔ بلکہ علانیہ طور پر حضرت علی رضی اللہ کے ماسوا تینوں خلفاء راشدینؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو سب و شتم اور طعن و تشنیع کرنے سے بھی گریز نہیں کرتا۔ اور اہل بیت کی محبت کی آڑ لے کر کھلے طور پر صحابہ کرام پر تبرا کر دیتا ہے۔ اور رسم عزا کو زندہ رکھنے کے لئے شہادت امام حسین علیہ السلام کی یادگار کے طور پر ماتم کیا کرتا ہے۔

اس سلسلہ میں اصل حقیقت کو واضح کرنے کی غرض سے ہمارے بزرگ اور مخدوم و محترم شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحب مدظلہ العالی بانی و مہتمم دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک نے گذشتہ محرم الحرام ۱۳۸۲ھ میں جناب حافظ حبیب الرحمان صاحب مالک آئس فیکٹری کی دعوت پر رسالپور کے ایک عام اجتماع میں جس کی اکثریت فوجیوں اور سرکاری ملازمین پر مشتمل تھی، ایک جامع اور مبسوط و مدلل تقریر فرمائی جو اس وقت ضبط کر لی گئی اور ترتیب کے بعد پیش کی جارہی ہے۔ حضرت موصوف دام مجدہم نے اس تقریر میں بڑے دلنشین اور اپنے مخصوص عالمانہ انداز میں دورِ صحابہؓ میں پیش آمدہ اہم اور معرکۃ الآرا مسائل کو قرآن و حدیث اور مستند تاریخی شہادتوں کی روشنی میں اچھی طرح حل کیا ہے۔ جس سے یہ حقیقت پوری طرح

واضح ہو کر سامنے آجاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں صحابہؓ کرام کا مقام کیا ہے مسئلہ خلافت کی اصل حقیقت کیا ہے۔ اور امام حسین علیہ السلام کی شہادت کس طرح معرضِ وجود میں آئی تھی۔ یہ اور اس قسم کے دوسرے دینی مسائل اور اہم موضوعات پر نہایت قیمتی ذخیرۂ معلومات اس تقریر میں یکجا جمع کیا گیا ہے۔ جو نہ صرف عام اہلِ اسلام کے لئے بیحد مفید ہے بلکہ علماء اور عام طلبۂ علم دین بھی اس سے مستفید ہو سکتے ہیں۔

اس تقریر میں جہاں جہاں اثبات مدعی کے لئے روایاتِ حدیثیہ کو بغرض استدلال پیش کیا گیا ہے۔ اور مآخذ ان کے لئے بیان نہیں کئے گئے ہیں یا کوئی تاریخی واقعہ تاریخ کے صفحات سے اجمالی انداز میں پیش کیا گیا ہے اور تاریخی ماخذ ملتوی رکھا گیا ہے وہاں برادر محترم مولانا سمیع الحق صاحب فاضل اور مدرس دار العلوم حقانیہ نے میری خواہش پر بڑی محنت اور عرق ریزی سے روایاتِ حدیثیہ کیلئے ماخذ اور تاریخی واقعات کیلئے کتبِ تاریخ کا تتبع اور استقراء کر کے حاشیہ میں حوالہ بھی دیا ہے اور جابجا تشریحی نوٹ بھی مختصر لکھے جس سے کتاب کی افادیت میں کافی اضافہ ہو گیا ہے۔ پوری کتاب مجھے پڑھ کر سنائی گئی ہے۔ جو بیحد پسند آئی ہے۔ اللہ تعالیٰ برادر عزیز مولانا سمیع الحق صاحب کو جزائے خیر دے جنہوں نے اس بیش بہا علمی ذخیرہ کو مرتب کر کے ادارہ نشر و اشاعت دار العلوم کو مسلمانوں کے دینی فائدے کی غرض سے اسے شائع کرنے کا موقعہ بہم پہنچایا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے قوی توقع ہے۔ کہ یہ علمی اور تبلیغی کارنامہ ان کے آئندہ علمی اور تبلیغی کاموں کے لئے ایک مبارک فال اور زریں پیش خیمہ ہونے کے ساتھ ساتھ ان کے حق میں صدقہ جاریہ کی حیثیت سے رہے گا۔ آمین وما ذالک علی اللہ بعزیز۔

نیز مجھے توقع اور امید ہے کہ ادارہ نشر و اشاعت سے آئندہ بھی حضرت شیخ الحدیث مدظلہٗ کی بلند پایہ علمی و اصلاحی تقریروں کے ضبط و ترتیب و اشاعت کا کام جاری رہیگا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ والحمد للہ اولاً و آخراً۔

مفتی محمد یوسف عفی اللہ عنہ و عفا عن کل شئی
مفتی دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک
۳۰ جمادی الاول ۱۳۸۲ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ۔ الحمد للہ نحمدہٗ ونستعینہ ونؤمن بہٖ ونتوکل علیہ و نعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیئات اعمالنا من یھدہ اللہ فلا مضل لہٗ ومن یضللہ فلا ھادی لہٗ ونشھد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ لا شریک لہٗ و نشھد ان سیدنا وسندنا وشفیعنا وحبیبنا ومولانا محمدا عبدہٗ ورسولہٗ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ واتباعہ الطیبین۔

وعن ابی قتادۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ اللہ اللہ فی اصحابی لا تتخذوھم من بعدی غرضا فمن احبھم فبحبی احبھم ومن ابغضھم فببغضی ابغضھم ومن آذاھم فقد آذانی ومن آذانی فقد آذی اللہ ومن اذی اللہ فیوشک ان یاخذہٗ (رواہ الترمذی) اوکما قال علیہ الصلوٰۃ والسلام۔

ترجمہ:۔ حضرت ابی قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے میرے صحابہ کے بارے میں ڈرتے رہنا ان کو میرے بعد نشانہ ملامت و ہدفِ طعن و تشنیع نہ بنانا۔ جو صحابہ کرام سے محبت رکھے گا۔ تو میری محبت کی وجہ سے اُن سے محبت رکھے گا۔ اور جو اُن سے بغض و نفرت رکھے گا وہ میرے ساتھ بغض رکھنے کی وجہ سے اُن سے بغض رکھے گا۔ جس نے صحابہ کو ایذا دی۔ اُس نے مجھ کو ایذا دی۔ اور جس نے مجھ کو اذیت پہنچائی اس نے اللہ تعالیٰ کو اذیت دینی چاہی اور جو اللہ کو ایذا دینے کا ارادہ کرے قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ اُسے پکڑ لے۔ (رواہ الترمذی)

تمہید

محترم بزرگو! بغیر کسی تصنع کے آپ حضرات کے سامنے اس حقیقت کا اظہار کر رہا ہوں کہ نہ مجھے وعظ کا سلیقہ ہے۔ اور نہ مجھ میں کچھ علم ہے۔ صرف آپ حضرات کے جذبات محبت اور جناب حافظ صاحب کے حکم کی وجہ سے آپ کے سامنے حاضر ہوں جو میری خوش قسمتی ہے۔

میں ایک طالب علم کی حیثیت سے یہاں بیٹھا ہوں اور جی چاہتا ہے۔ کہ چند باتیں بھائیوں کی طرح آپس میں بیٹھ کر کچھ سمجھنے کچھ سمجھانے کی طالب العلمانہ طریقے سے آپ کے سامنے عرض کروں، وقت بھی تھوڑا ہے۔ ایک چیز تو یہ ہے۔ کہ کل کے مبارک دن یوم عاشورہ میں ہمیں کیا کرنا چاہئے، کونسا کام ہمیں اسلام نے اس دن میں کرنے کا بتایا ہے۔ دوسری چیز یہ ہے کہ اس دن جو حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید ہوئے۔ اور انہوں نے اپنے آپ کو اور اپنے خاندان کو میدانِ کربلا، میں پیش کیا وہ کس بنا پر؟ اور کس وجہ سے وہاں گئے اور پھر شہید ہوئے۔

کچھ شبہات بھی ہیں جو اس وقت میرے بعض بھائیوں نے پیش کئے۔ موقعہ ملا تو ان کے متعلق بھی کچھ عرض کروں گا۔ مگر الاھم فالاھم کے مطابق مجھے پہلے کل کے دن یعنی یوم عاشورہ کے بارے میں عرض کرنا ہے۔

یومِ عاشورہ کے فضائل

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ خداوند تعالےٰ نے بہت سی قوموں پر اس دن میں رحمت کی توجہ فرمائی۔ اور آئندہ بھی اس دن میں بہت سے لوگوں پر رحمت فرما دیں گے۔

فیہ یومٌ تابَ اللّٰہ علیٰ قومٍ ویتوبُ علیٰ آخرین اوکما قال علیہ السلام۔

اسی دن حضرتِ موسیٰ علیہ السلام کو فرعون اور اس کی فوجی طاقت سے نجات ملی جب وہ سب کے سب بحیرۂ قلزم میں غرق کر دئے گئے۔ اور موسیٰ علیہ السلام اور اس کے ساتھیوں کو خدا تعالیٰ نے نجات دی۔ اسی دن حضرت نوح علیہ السلام کو کشتیٔ نوح کے ذریعہ نجات ملی۔ تمام ملک میں کفر و شرک تھا۔ ساڑھے نو سو برس تبلیغ فرمائی۔ اور جب خداوند تعالےٰ کا غضب جوش میں آیا۔ تو تمام زمین پر سیلاب آیا اور پھر یوم عاشورہ کو آپ کی کشتی جودی پہاڑ پر ٹھہری اور حضرت نوحؑ زمین پر اُترے۔ حضور نے فرمایا:

عن ابی قتادۃ قال قال النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم صیامُ یومِ عاشوراء احتسب علی اللّٰہ ان یکفر السنۃ التی قبلہٗ[1] (رواہ مسلم)

حضرتِ ابی قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ عاشورہ کے دن اگر کوئی شخص نفلی روزہ رکھے تو مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے پچھلے پورے سال کے گناہوں کو بخش دے گا۔

مگر اتنی بات یہاں یہ بھی یاد رکھنی چاہئے کہ گناہ دو قسم کے ہیں۔ بعض کا تعلق حقوق العباد سے ہے۔ جو بندوں کے حقوق اور آپس کے معاملات ہیں۔ تو وہ خدا تعالیٰ معاف نہیں کرتا وہ قیامت کے دن خداوند تعالےٰ کے سامنے پیش ہوں گے۔ حضورؐ نے ایک دفعہ صحابہ کرام سے سوال فرمایا کہ تم جانتے ہو مفلس

---

[1] حضرت ابی قتادہ کے مفصل روایت کا ایک حصہ ہے مسلم و مشکوۃ وغیرہ ۱۲

کون ہے۔؟ صحابہ کرام نے کہا جس کے پاس مال و دولت نہ ہو۔ حضورؐ نے فرمایا نہیں یہ تو چند روزہ زندگی ہے۔ ہر شخص پر گذر جائے گی۔ مفلس وہ ہے۔ جب میدانِ حشر میں ایک شخص اللہ تعالیٰ کے سامنے آیا ہوگا اور اس نے دنیا میں نماز۔ روزے حج اور نیک کام کئے ہونگے مگر جب خدا کے سامنے پیش ہوگا تو میدانِ محشر میں حاضرین کے سامنے حقوق العباد کے بدلے میں اس کی نیکیاں چھین کر دوسروں کے حوالہ کر دی جائیں گی۔ اللہ تعالیٰ اصحاب حقوق کو فرما دے گا کہ اگر ایک دانق (روپے کا چھٹا حصہ) بھی کسی نے تم سے چھینا ہو تو اس شخص کے سات سو مقبول با جماعت نمازوں کا ثواب تمہیں دے دیا جائے گا۔ اب جس نے ہزاروں روپے اوروں کے دبائے۔ حق تلفیاں کیں اور لوگوں کی آبرو ریزیاں کیں اس شخص کے افلاس اور غربت و بے کسی کا کیا حال ہوگا۔ بہر حال حقوق العباد کی تلافی اس دنیا میں ایک دوسرے سے کرادو۔ اور وہاں جو خدا کے حقوق ہیں اس کی تلافی یوم عاشورہ کے روزے سے جب کہ پورے اخلاص و نیتِ رضائے خداوندی سے ہوں ہو جائے گی۔ اور حسبِ ارشادِ نبوی ایک سال کے گناہ خدا معاف کر دے گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم یوم عاشورہ کے روزوں کا بہت اہتمام فرمایا کرتے تھے۔ [1]

---

[1] عن ابن عباسؓ قال ما رأیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یتحرّی صیام یوم فضّلہ علی غیرہ الا ھذا الیوم یوم عاشوراء وھذا الشہر یعنی شہر رمضان۔ (الحدیث متفق علیہ)

اور ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کرتے تھے۔ کہ اگر اللہ تعالیٰ نے آئندہ سال زندگی دی تو میں صرف یوم عاشورہ پر اکتفا نہیں کروں گا۔ بلکہ اس سے ایک دن آگے پیچھے بھی روزے رکھوں گا۔ چونکہ آپ کے زمانہ اور اس سے قبل کے یہود و نصاریٰ

اہلِ کتاب سے مخالفت

یوم عاشورہ کی تعظیم کرتے تھے۔ اور اس دن روزہ رکھتے تو آپ نے اہلِ کتاب سے مخالفت کی خاطر آگے پیچھے بھی روزہ رکھنے کا عزم ظاہر کیا کہ ظاہری مشابہت بھی ان کے ساتھ نہ رہے۔ [1]

گویا اس وقت کے اہلِ کتاب کو بھی اپنے مذہب کا کچھ نہ کچھ پاس تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جب فرعون سے اس دن نجات ملی اور فرعون غرق ہوا۔ اس شکریہ اور اس دن کے احترام میں حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی یوم عاشورہ کا روزہ رکھتے تھے۔ اور اہلِ کتاب بھی ان کی تقلید میں عاشورہ کے روزے رکھ رہے تھے۔ اب تو نہ عیسائیت رہی اور نہ یہودیت۔ بلکہ صرف دہریت ہی دہریت ہے۔ تو اگرچہ یہ روزہ واجب و فرض نہیں مگر مستحب اور موجب اجر و ثواب ہے۔ اس کے علاوہ اس دن صدقے دینا یا نیکی کے

---

[1] وعن ابن عباسؓ قال حین صام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوم عاشوراء وامر بصیامہ قالوا یا رسول اللہ انہ یوم یعظمہ الیہود والنصاریٰ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لئن بقیت الی قابل لاصومن التاسع (رواہ مسلم)

۱۲ مرتب سلم۔

اور امور کرنا بھی باعث اجر ہے۔ تمہیں حکومت نے کل چھٹی دی ہے۔ تو اس کا مقصد یہ نہیں کہ کل آپ ہر طرح سے آزادی کریں اور ناجائز قسم کی خوشیاں منائیں۔ بلکہ نیک اعمال کریں اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم اور احسان ہے کہ وہ ہمیں ہمت اور قدرت سے بڑھ کر کسی کام کے مکلف نہیں بناتے۔ مگر کم از کم ان ایام میں نماز با جماعت کا اہتمام کرنا چاہئے۔

بعض کتابوں میں لکھا ہے۔ کہ اگر کوئی شخص اس دن اپنے اہل و عیال کے رزق میں فراخی اور وسعت لائے مثلاً عموماً گھر میں دال پکتا ہے۔ اور اس دن اہل عیال کو گوشت سالن کھلادے تو آئندہ تمام سال اس کی برکت سے انشاء اللہ رزق میں برکت ہوگی۔ بھوک اور فقر نہ آئے گی۔ اسلام ایک دین رحمت ہے اگر ہماری نیت درست ہو اور قانونِ خداوندی کے مطابق زندگی ہو تو ہمارے ذاتی اور نجی امور بھی عبادات میں شمار ہو سکتے ہیں۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ اگر ایک شخص اپنی بیوی کو خدا کی نعمت سمجھ کر اس کے ساتھ شفقت اور محبت کرے اور اس کے منہ میں پیار و محبت سے ایک لقمہ دیدے تو یہ بھی تمہارے لئے صدقہ ہے اپنے بچے کو خدا تعالیٰ کا نعمت سمجھ کر اور اس کا حق سمجھ کر کچھ کھلایا یہ بھی تمہارے لئے صدقہ ہے[1]۔ اسلام کیسا عجیب مذہب ہے۔ اگر اعمال میں خلوص ہو تو ایک دن کی عبادت کی برکت سے تمام سال کے رزق

---

[1] عن سعد بن ابی وقاصؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المؤمن یوجر فی کل امرہ حتی فی اللقمۃ یرفعہا الی فی امرأتہ (مشکوۃ بحوالہ بیہقی ص ۱۲۰)

میں وسعت اور برکت ہوگی انشاء اللہ فاقہ نہیں ہوگا۔ مگر ہمارے زمانہ

یوم عاشورہ میں شرعی محرمات کا ارتکاب

میں تو اب معاملہ الٹا ہو چکا ہے۔ کل کے مبارک دن ہمارے بعض بھائی ایسے امور کا ارتکاب کریں گے جس کی شریعت نے سختی سے ممانعت فرمائی ہے۔ مسلمانوں کو شجاعت کی تعلیم دی گئی ہے۔ مسلمان قوم مصیبت پر روتی نہیں۔ شجاع قوم پٹائی اور سینہ کوبی نہیں کرتی پھر دیکھئے ہماری ان حرکات کے نتائج کتنے خطرناک ہو سکتے ہیں۔؟

صحیح حدیث میں ہے کہ حضورؐ نے فرمایا:

ان المیت لیعذب ببکاء اھلہ علیہ (الحدیث)[1] یعنی جو مرد و عورت مردے پر روتے پیٹتے اور چیختے چلاتے ہیں تو اس کی وجہ سے مردے کو قبر میں عذاب دیا جاتا ہے۔

---

[1] صحیح بخاری و صحیح مسلم نے مختلف طرق سے نقل کیا ہے۔ اس کے علاوہ کئی واضح احادیث سے یہی مضمون ثابت ہوتا ہے۔ عبداللہ بن عمر کی روایت میں ہے۔ الا تسمعون ان اللہ لا یعذب بدمع العین ولا بحزن القلب ولکن یعذب بھذا واشار الی لسانہ او یرحم وان المیت لیعذب ببکاء اھلہ (متفق علیہ) ابو موسیٰ کی روایت میں ہے۔ قال سمعت رسول اللہ یقول ما من میت یموت فیقوم باکیھم فیقول واجبلاہ واسیداہ ونحو ذلک الا وکل اللہ بہ ملکین یلھزانہ (ای یدفعانہ ویضربانہ) ویقولان اھکذا کنت رواہ الترمذی۔ وعن ابن عمر نھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان تتبع جنازۃ معھا رانۃ (ای صائحۃ نائحۃ) رواہ احمد وابن ماجۃ۔ وقولہ فی خطبتہ بتبوک النیاحۃ من عمل الجاھلیۃ (زاد المعاد ج ۲)

قانونِ مکافات اور حدیث بکاءعلی المیت کی ایک توجیہ

اس حدیث کے بہت تفاصیل ہیں۔ یہاں اتنا سمجھئے کہ قیامت کا دن ایک ایسا ہولناک دن ہے کہ کسی کا بار اور بوجھ دوسرے پر نہیں ڈالا جائے گا۔ ارشادِ خداوندی اس پر دال ہے۔

ولاتزر وازرۃ وزر اخرٰی وان تدع	اور نہ اٹھائے گا کوئی اٹھانے والا
مثقلۃ الٰی حملہا لایحمل منہ شیئ	بوجھ دوسرے کا۔ اور اگر پکارے
ولوکان ذاقربٰی الآیۃ۔	کوئی بھاری بوجھ والا اپنے بوجھ بٹانے

کو کوئی نہ اٹھائے اس میں سے ذرا بھی اگرچہ ہو رشتہ دار قرابتی۔

باپ بیوی شوہر بیٹا ایک دوسرے کو امداد کے لئے پکاریں گے۔ مگر لایحمل منہ شیئ ایک بھی دوسرے کا بوجھ نہیں ہلکا کر سکے گا۔ تو یہ دنیا کا نہیں بلکہ آخرت کا قانون ہے۔ اور دنیا کا قانون یہ ہے۔ کہ:

واتقوا فتنۃ لاتصیبن الذین	اس فتنہ اور عذاب سے بچتے رہو
ظلموا منکم خاصۃ الآیۃ۔	جس کا اثر اور وبال غیر ظالم پر بھی ہوگا۔

صرف مجرم نہیں بلکہ غیر مجرم بھی اس کی لپیٹ میں آجائیں گے۔

ایک محلہ میں زانی اور چور رہتے ہیں۔ اب ایک شخص خود مجرم نہیں مگر ان کے ساتھ اٹھتا بیٹھتا ہے۔ اور نشست و برخاست رکھتا ہے۔ اس کو لبسا اوقات مجرم کے ساتھ پکڑا دیا جاتا ہے۔ یہ دوسری بات ہے۔ کہ دھکے کھا کھا کر اور عدالت میں صفائی کرنے کے بعد چھوٹ جاتا ہے۔ مگر ایسے مواقع پر پولیس احتیاطاً اسے بھی پکڑ لیتی ہے۔ خشک لکڑی کے ساتھ تر لکڑی بھی جل جاتی ہے۔ اس طرح

ایک لوہا اکیلا پانی پر نہیں تیر سکتا مگر جب کشتی میں لگا دیا جائے تو لکڑی کے اتصال کی وجہ سے دریا میں تیرنے لگتا ہے۔ اس طرح خداوند تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ واتقوا فتنۃ الآیۃ۔[1] اگر کسی ملک کی اکثریت ۷۰ فیصدی مجرم ہے۔ بے دین اور خدا سے باغی ہے تو ۳۰ فیصدی بھی دنیاوی عذاب سے نہیں بچ سکتی۔ ہاں اگر اکثریت دین دار بن جائے پھر بے دینوں کا بھی ان کی برکت سے دنیا میں بچ کر رہنے کا احتمال ہے۔ تو دنیا کے لئے یہ قانون ہے۔ مگر قبر کی زندگی کا تعلق من وجہ دنیا سے ہے۔ اور من وجہ آخرت سے ہے۔ بین بین ہے۔ ایک گونہ اس کا رابطہ دنیا سے اور ایک گونہ آخرت سے ہے۔

اگر کسی نے بے نمازوں کو نماز سکھلا دی۔ لوگوں کو دینی تعلیم دی مسجد بنائی۔ پل بنایا۔ ہسپتال بنایا۔ اور وہ شخص مرگیا تو اس لحاظ سے اس کا تعلق دنیا

---

[1] کئی احادیث اس مضمون پر دال ہیں مشکوٰۃ کی روایت ہے: ان اللّٰہ تعالٰی لایعذب العامۃ بعمل الخاصۃ حتی یروا المنکر بین ظہرانیہم وہم قادرون علی ان ینکروہ فلاینکروا فاذا فعلوا ذلک عذب اللّٰہ العامۃ والخاصۃ۔ مشکوٰۃ ص ۴۳۸

اسی طرح حضرت ابوبکر صدیق کی روایت میں ہے۔ مامن قوم یعمل فیہم بالمعاصی ثم یقدرون علی ان یغیروا ثم لایغیرون الا یوشک ان یعمہم اللّٰہ بعقاب۔

وفی اخری لہ مامن قوم یعمل فیہم المعاصی ہم اکثر من یعملہ۔ (مشکوٰۃ ص ۴۳۶) وفی روایۃ البختری قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم لن یہلک الناس حتی یعذروا (فی القاموس اعذر فلان ای کثرت ذنوبہ وعیوبہ) مشکوٰۃ ص ۴۳۸۔

سے باقی ہے۔ کہ ان نمازیوں کا ثواب مسجد بنانے والے کو بھی ملے گا۔ حدیث
میں ارشاد فرمایا گیا ہے۔

من سنّ سنۃً حسنۃً فلہ اجرھا واجر من عمل بھا الحدیث۔

جس نے ایک اچھے طریقہ کی بنیاد رکھی اُس کو اس کا اجر ملے گا اور جو بھی اس کے طریقے پر چلا اس کا اجر اسے ملے گا۔

قابیل نے ہابیل کو قتل کر کے ایک غلط طریقہ جاری کیا۔ اس کے بارہ میں حضورؐ نے ارشاد فرمایا۔ کہ اس کے بعد دنیا میں ہونے والے ہر قتل کا کچھ حصہ اور وبال قابیل کو بھی ملے گا۔[1]

رونے پیٹنے کا وبال

تو قبر کی زندگی بین بین ہے۔ اگر ہمارے بھائی روئیں پیٹیں تو کیا قبر میں حضرت حسینؓ اور شہداء کے ارواح کو تکلیف پہنچے گی یا راحت؟ یہ لوگ الٹا ان کے تکلیف واذیت کا باعث بن رہے ہیں۔ آج ہم دنیا کی ایسی فضا اور ماحول میں رہ رہے ہیں۔ کہ ہماری رسومات اور طریقوں سے دوسرے اقوام کو خبر ہوتی ہے۔ کوئی بات چھپی نہیں رہتی اس کا اثر باہر کی دنیا کیا لے رہی ہے۔ کہ مسلمان قوم بزدل اور رونے پیٹنے ہائے ہائے کرنے والی قوم ہے۔ اگر یہ خون اور آنسو اللہ کے نام پر اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے دشمنوں کے مقابلے میں بہائے جاتے تو آج

---

[1] قال النبی علیہ السلام لاتقتل نفسٌ ظلماً الا کتب علی ابن آدم الاول (ای قابیل) کفلٌ من دمھا لانہ اول من سنّ القتل الحدیث۔

اسلام تمام دنیا پر غالب ہوتا اور ہندوؤں کے مقابلہ میں ہم کشمیر کب سے فتح کر لیتے تو بلاشبہ بہادری بھی ہوتی اور صرف کشمیر کیا دنیا فتح کر لیتے۔ یہاں رونا پیٹنا بھی کوئی بہادری ہے۔ حضورؐ نے بطور شکایت فرمایا۔ کہ چار باتیں ہیں جاہلیت کی جنہیں میری امّت نہیں چھوڑے گی۔ ۱۔ الفخر فی الاحساب (اپنے کمالات پر غرور اور فخر کرنا) ۲۔ والطعن فی الانساب۔ (اور کسی کے نسب وقوم میں طعنہ زنی کرنا) ۳۔ والاستسقاء بالنجوم۔ (اور برج ستاروں سے بارش کی امید رکھنا ــــــ ۴۔ والنیاحۃ او کما قال علیہ السلام۔[1] (اور نوحہ گری کرنا۔)

پہلی چیز میں شیطان کو بھی لے ڈوبیں۔ شیطان نے بھی یہی کہا تھا۔ کہ:

خلقتنی من نار وخلقتہٗ من طین۔ الآیۃ

میری سرشت اونچی ہے کہ مجھے آگ سے پیدا کیا اور آدم کی سرشت نیچی ہے۔ جسے تو نے مٹی سے پیدا کیا۔ تو اب آدم علیہ السلام کو کیسے سجدہ کروں؟

---

[1] وعن ابی مالک الاشعری قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اربعٌ من امتی من امر الجاھلیۃ (الی ان قال) والنائحۃ اذا لم تتب قبل موتھا تقام یوم القیمۃ وعلیھا سربالٌ من قطران ودرعٌ من جرب۔ صحیح مسلم ۱۲ وقولہٗ الاستسقاء بالنجوم معناہ توقع الامطار من وقوع النجوم فی الانواء وقولہٗ علیہ السلام ودرعٌ من جرب۔ ای یسلّط علی اعضائھا الجرب فیطلی مواقعہٗ بالقطران فیکون الدواء اھلک من الداء۔ ۱۲ سمیع الحق غفرلہٗ۔

اللہ تعالےٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔

یا ایھا الناس انا خلقنا کم من ذکر و انثیٰ وجعلنا کم شعوباً و قبائل لتعارفوا ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم ان اللہ علیم خبیر الآیۃ پ۲۶۔

اے لوگو ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا۔ اور رکھیں تمہاری ذاتیں اور قبیلے تاکہ آپس کی پہچان ہو۔ تم میں سے زیادہ متقی اللہ کے نزدیک سب سے بڑھ کر معزز ہے۔

بارگاہِ خداوندی میں مقبولیت کا معیار

حضورؐ کے چچا ابولہب قریشی ہاشمی کتنا اونچا خاندان اور ظاہری حسن ایسا کہ ابولہب کے نام سے خدا نے بھی اس کا ذکر کیا بعض روایتوں میں ہے۔ کہ چہرے کی چمک اور روشنی کی وجہ سے اس کا نام ابولہب پڑ گیا۔ مگر ایک طرف حضرت بلال حبشیؓ قد و قامت چھوٹا۔ رنگ مائل بسیاہی۔ ہونٹ مبارک لمبے اور موٹے اور بقول مولانا روم علیہ الرحمۃ بجائے اشھد کے اسھد کہتے تھے۔ مگر دینی درجہ اور رتبہ اتنا اونچا ہے۔ کہ حضورؐ نے ایک دفعہ خواب میں دیکھا۔ کہ حضرت بلالؓ جنت میں آپ سے آگے آگے جا رہے ہیں۔ تو فرمایا کہ بلال تم کونسا عمل کرتے ہو۔ کہ جنت میں تمہارے قدموں کی آہٹ آگے آگے سن رہا تھا۔[1] مگر

---

[1] وفی الصحیحین عن جابر رضی اللہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دخلت الجنۃ فاذا انا بالرمیصاء امراۃ ابی طلحۃ وسمعت خشفۃ فقلت من ھذا فقال ھذا بلال (متفق علیہ) اقول الرمیصاء ھو من (باقی صفحہ ۱۷)

بلال کا آگے جانا ایک مخلص و جان نثار خادم کی طرح تھا۔ کہ خادم خاص و مقرب اپنے مالک سے آگے آگے جاتا ہے۔ مگر حضرت بلالؓ کی کتنی بڑی معنوی فضیلت ثابت ہوئی۔

حضورؐ کا ارشاد گرامی ہے:

ان اللہ لا ینظر الی صورکم واموالکم ولکن ینظر الی قلوبکم واعمالکم (الحدیث)[2]

اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں اور اموال کو نہیں دیکھتے۔ اس کی نظر تمہارے دلوں اور اعمال پر ہے۔ وہاں قبولیت کا معیار خوبصورتی اور دولتمندی نہیں۔

اور ابولہب کے بارہ میں خداوند تعالیٰ نے فرمایا ہلاک ہوئے اس کے ہاتھ تبت یدا ابی لہب وتب۔ اور جب خدا کہے تو پھر کون بچا سکتا ہے۔ ادھر نسب اونچا ہے۔ مگر بلال کے ہاں باطنی فضیلت اور قبولیت کی دولت ہے۔

(صفحہ ۱۶ سے آگے) فی عینیہا و سخر جاحۃ وھو صحنا اسم ام سلیم ام انسؓ و الخشفۃ الصوت والحرکۃ والمراد منہا خفق نعلیہ عند المشی۔ وفی روایۃ مسلم عن جابر وسمعت خشخشۃ امامی فاذا بلالؓ الخشخشۃ صوت حرکۃ الاشیاء الیابسۃ کالسلاح والنعال۔ وقولہ علیہ السلام امامی المراد منہ تقدم الخادم علی المخدوم ۱۲

[2] الحدیث رواہ مسلم عن ابی ھریرۃؓ ای ینظر اللہ الی ما فی قلوبکم من الاخلاص والیقین والصدق والامانۃ والتزکیۃ من الاخلاق الردیۃ وینظر الی اعمالکم صلاحاً و فساداً اخلوناً و دیاً ۱۲ سمیع الحق۔

تو مذکورہ حدیث میں چوتھی چیز حضورؐ نے جو ارشاد فرمائی وہ نیاحۃ ہے میت کی نوحہ گری کرنا اور رونا پیٹنا ارشاد فرمایا لعن اللہ الحالقۃ۔ اللہ تعالیٰ لعنت بھیجتا ہے اس مرد اور عورت پر جو مصیبت کے وقت اپنے چہرے کو نوچیں۔ سینہ کوبی کریں۔ گریبان پھاڑیں۔ وہ لوگ خدا کی رحمت سے دور اور ملعون ہیں[1]

مصائب پر خود حضورؐ کا صبر اور اسوۂ حسنہ

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں تعلیم دی اور جب کہ آپؐ کے عم محترم سید الشہداء حضرت حمزہؓ جنگ احد میں شہید ہوئے۔ کافروں نے ان کا مثلہ کیا۔ کان ناک زبان کاٹ ڈالے۔ اعضاء رئیسہ کو کاٹا قلب و جگر کو سینے سے

[1] والحدیث نصّہ عن عبد اللہ ابن مسعودؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیس منّا من ضرب الخدود وشقّ الجیوب ودعا بدعوی الجاهلیة (متفق علیہ) وفی روایة اخری عن ابی سعید الخدریؓ قال لعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم النائحة والمستمعة رواہ ابوداؤد ۱۲ قال الشیخ ملا علی القاریؒ المستمعة اللتی تقصد السماع ویعجبها کما ان المستمع والمغتاب شریکان فی الوزر والمستمع والقاری مشترکان فی الاجر (مرقات) اقول وفی ذالک عبرة ووعید لمن لایعتقدون العزاء ولکن لیشهدون حفلاتهم ویتلذذون بنظاهر الماتم فی المسلک والاسواق وهکذا یکثرون سوادهم ۱۲ سمیع الحق غفرلہ

نکال کر ابوسفیان کی بیوی ہندہ نے دانتوں سے چبایا۔ مگر حضورؐ نے فرمایا کہ حضرت حمزہ کی ہمشیرہ صفیہ میری پھوپھی کو صدمہ ہوگا۔ اور شکوہ کرے گی۔ کہ میرے بھائی کو دفن نہ کیا۔ ورنہ میرا جی تو چاہتا ہے۔ کہ اپنے شہید چچا کے باقی ٹکڑے بھی اسی میدان میں چھوڑ دوں۔ اور حیوانات، چرند، پرند آکر اسے کھا جائیں تاکہ جب قیامت کے دن اس کا ایک ایک ٹکڑا درندوں، پرندوں کے پیٹ سے اکٹھا کیا جائے تو مجھے خوشی اور فخر ہو کہ محمدؐ کے خاندان نے اسلام کے لئے ایسی قربانیاں دیں حضورؐ نے مصائب کے وقت ہمیں ایسی صبر و عزیمت کا درس دیا۔ اپنے مذہب کیلئے جو قربانی دی جائے حضورؐ نے ہمیں اس پر خوشی اور فخر کرنے کی تعلیم دی نہ کہ ماتم پیٹ اور رونے کی۔ دیگر اقوام نے جو قربانیاں ملک و ملت کے لئے دیں۔ کیا آپ نے کبھی سنا ہے کہ وہ اپنے بزرگوں کی یاد میں روتے پیٹتے ہیں۔ یا اس پر فخر کرتے ہیں۔ اس سے عبرت لیتے ہیں اور فخر سے سر اونچا کرتے ہیں۔

یہاں کے حالات تو مجھے معلوم نہیں مگر میں ہندوستان میں رہا ہوں۔ وہاں میں نے مختلف شہروں میں دیکھا ہے۔ کہ ان دنوں گھوڑوں کو رنگ برنگ کپڑوں سے سجا کر ان کے جلوس نکالے جاتے ہیں۔ علم اور تعزیے نکلتے ہیں۔ صحابہ کرامؓ پر تبرا کی جاتی ہے۔

بغض یزید کے نام پر یزید کی پیروی

نام تو بغض یزید کا ہے۔ مگر درحقیقت یہ لوگ نادانستہ یزید کی پیروی کر رہے ہیں۔ حضرت حسینؓ کے ساتھ بہتر آدمی تھے۔ ان میں سے

زندہ چھوڑا۔ اور حضرت حسنؓ کے تین صاحبزادے اور کچھ مستورات بچ گئیں۔ باقی سب میدانِ کربلا میں شہید ہوئے۔ بچے کھچے یہی چار پانچ افراد خانوادۂ اہلِ بیت میں سے زندہ رہے۔ پھر حضرت حسینؓ کے سرِ مبارک کو عبید اللہ بن زیاد یا عمرو بن سعد نے باختلافِ روایات کاٹا اور اسے اپنے ساتھ کوفے لے گیا۔ دنیاوی حرص و لالچ بہت بری بلا ہے۔ گورنر ابن زیاد سمجھ رہا تھا کہ کوفہ والے بوجہ تنخواہ و لالچ دب گئے ہیں۔ اور مجبوری سے ان کی تلواریں حکومت کے ساتھ ہیں۔ مگر ان کے دل اب بھی حضرت حسینؓ کے ساتھ ہیں۔ دنیاوی مناصب اور لالچ بعض دفعہ بہت بڑی مصیبت بن جاتی ہے۔ اسلام نے ہمیں پہلے سے ایک سبق دیا کہ لا طاعۃ للمخلوق فی معصیۃ الخالق۔ خدا کی نافرمانی کی صورت میں کسی مخلوق کی اطاعت جائز نہیں۔

یہی عمرو بن سعد جو یزیدی فوج کی کمان کر رہا تھا۔ اس کے والد ماجد سیدنا سعد بن ابی وقاص ہیں۔ جو ممتاز صحابی اور عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ حضورِ اقدسؐ کے رشتہ دار اور ماموں ہیں۔ جنگِ احد میں حضرت سعدؓ نے اپنی جان کو حضور کی حفاظت کے لئے پیش کیا۔ آپؐ کی حفاظت و بچاؤ کے لئے تیروں کو چلاتے رہے۔ تین ہزار کافروں کے مقابلے میں حضرت سعدؓ نے اپنا بدن سینۂ اقدس سے ڈھال بنایا اور جو تیر آتے اپنے بدن کو آگے کرتے۔ اس طرح خلوص و ایثار سے آپؐ کی حفاظت فرما کر جنت کمائی حضورؐ خوش ہو کر فرماتے۔ ارم فداک ابی و امی[1] (الحدیث)۔ شاباش تیر پھینکتے جاؤ میرے ماں باپ تجھ پہ قربان ہوں

[1] من علی ما سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم جمع ابویہ لاحد الا لسعد بن مالک
(باقی صفحہ ۲۱ پر)

جاہ و منصب کا لالچ

اتنے جلیل القدر صحابی کے لڑکے ہیں عمرو بن سعد۔ یہ خدا کی شان ہے۔ تخرج الحی من المیت و تخرج المیت من الحی (الآیۃ) مردوں سے زندوں اور زندوں سے مردوں کو پیدا کرتے ہیں۔ عمرو بن سعد دنیا کے لالچ میں آیا۔ گو اس کے دل میں حضرت حسینؓ کے ساتھ ذاتی بغض نہیں تھا۔ اور دل نہیں چاہتا تھا کہ میرے ہاتھ سے حضرت حسینؓ کو تکلیف پہنچے مگر ابن زیاد گورنر کوفہ نے عمرو بن سعد کو لالچ دیا اور کہا کہ رَے کا نائب الحکومت (ڈپٹی کمشنر) بنا دوں گا۔ اگر تم نے حسینؓ سے مقابلہ کیا اور اس مہم کو سر کر کے اُسے شکست دی۔ والد نے جنگِ اُحد میں جان قربانی کے لئے پیش کیا۔ مگر بیٹے نے دل برداشتہ حکومت و منصب کے لالچ کی وجہ سے حضرت حسینؓ کا مقابلہ کیا تو عمرو بن سعد نے ابن زیاد سے اپنے دوستوں اور رشتہ داروں کے ساتھ مشورہ کرنے کی اجازت مانگی۔ جا کر اُن سے مشورہ لیا کہ کیا کروں۔ لوگوں نے ڈرایا دھمکایا کہ تجھے ہلاکت و تباہی ہو اس مہم میں مت جاؤ اور توبہ کرو کیا اہل بیت کے ساتھ لڑائی کرو گے۔ اب یہ بڑی کشمکش میں مبتلا ہُوا۔ ایک طرف عہدہ و حکومت، دوسری طرف اہلِ بیت کی دشمنی تمام رات اسی

(صفحہ ۲۰ سے آگے) (وھو سعد بن ابی وقاصؓ) فانی سمعتہ یقول یوم احد یا سعد ارم فداک ابی و امی۔ بخاری و مسلم۔ وزاد الترمذی ارم ایھا الغلام الحزور وقریب من ذلک ما روی عن سعد بن ابی وقاص فی شرح السنۃ مشکوٰۃ ص ۵۶۶۔ والترمذی من دعواتہ علیہ السلام لہ ۱۲ س م۔

پریشانی میں گنگناتا رہا اور کچھ اشعار پڑھتا رہا۔ جس کا مفہوم یہ تھا۔ کہ ایک طرف رَے شہر کی حکومت ہاتھ میں آنے والی ہے۔ عہدہ و منصب ہے جس کا میں مشتاق و متمنی ہوں۔ اور دوسری طرف حسینؓ کے خون سے ہاتھ رنگنے ہیں۔ دو چیزوں میں پھنسا ہوں۔ صبح اُٹھا تو بالآخر فیصلہ کیا کہ دنیا لینی چاہیے۔ لہٰذا عہدہ کو ترجیح دی۔ تو اتنے بڑے درجات والے صحابی کے بیٹے نے دنیا کے لالچ میں آکر رَے کی معمولی تحصیلداری کے لئے اہل بیت کو شہید کرایا۔ اسی دولت و ملازمت کے لالچ میں انگریزوں نے مسلمانوں سے بغداد پر حملہ کرایا۔ مکہ معظمہ پر گولہ باری کی۔ کیا آج اس کے نمونے موجود نہیں ہیں۔؟

قاتلین حسینؓ کی تقلید

تو حضرت حسینؓ اور ان کے ساتھیوں کو شہید کر کے ابن زیاد کی فوج نے شہداء اور حضرت حسینؓ کے سروں کو نیزوں سے اٹھایا۔ اور حضرت حسینؓ کا سر مبارک اور گھوڑا نیز حضرت حسینؓ کے خون آلود کپڑے کوفہ کی گلی کوچوں میں پھرائے گئے۔ ابن زیاد سمجھ رہا تھا کہ فی الحال کوفے والے اگرچہ دب گئے ہیں۔ مگر چھپی ہوئی چنگاریاں دلوں میں موجود ہیں ایسا نہ ہو کہ کسی وقت یہ چنگاریاں بھڑک اٹھیں اور لوگ پھر بغاوت کر بیٹھیں تو اس طریقے سے جلوس نکال کر لوگوں کے دلوں میں رعب بٹھایا اور دھوم دھام سے خالی گھوڑے کو گھمایا کہ دبدبہ بیٹھ جائے۔ پس یہ واضح ہوا کہ اولین جلوس نکالنے والے یزیدی فوج تھی۔ اور رعب جمانے کے لئے یہ سب کچھ کیا گیا۔ اور پھر انہی قاتلین فوجیوں اور کوفیوں نے حضرت حسینؓ کے لٹے ہوئے قافلے پر نالہ و شیون اور سینہ کوبی بھی کی۔[1] اب آپ لوگ خود سوچیں

[1] حاشیہ صفحہ ۲۳ پر

کہ اس انداز میں اولین ماتم کا اظہار اور پہلے جلوس کا مظاہرہ کس نے کیا اور کن مقاصد کے لئے ان رسومات کی بنیاد رکھی گئی تو کل کے دن جو لوگ اس جلوس میں شریک ہوں گے وہ کیا یزیدی فوج کی نقل نہیں اتاریں گے۔ حضرت حسینؓ کے ساتھی سب کے سب کربلا میں شہید ہوئے تو پھر گھوڑا کس نے گھمایا۔ اگر اہل کوفہ نے محبت اور عقیدت و ماتم کی وجہ سے کیا تو پھر حضرت حسینؓ کو قتل کیوں کرایا؟ اگر تمہارے دلوں میں اہل بیت کی محبت ہے۔ تو کیا یہ جذبۂ محبت ہمیں ایسے امور کے ارتکاب کی اجازت دے سکتی ہے۔؟ ہرگز نہیں۔ تو بہرحال حسب ارشاد نبویؐ میت پر رونے پیٹنے والوں سینہ کوبی کرنے والوں اور کپڑے چیرنے پھاڑنے والوں پر خدا کی لعنت ہوتی ہے۔ مجھے افسوس ہے۔ کہ بہت سے لوگ

(حاشیہ صفحہ ۲۲) [1] اقول وھو اوّل رسم عزاء و نیاحة علی الحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ وقعت فی الکوفة سنة ۶۱ھ من اہل الکوفة صرح المؤرخ الکبیر الامام الطبری مما ملخصہ ان من بقی من اسرة حسینؓ کالامام زین العابدین ومن معہ کانوا فی طریقھم حین رجعوا من الکوفة الی دمشق فوجدوا اقوامًا من اہل الکوفة یشقون الجیوب ویعزبون الخدود وینوحون فسئل الامام زین العابدین من ذالک فقیل لہ انھم یبکون بحسینؓ ویعددون علیہ فقال الامام مجیبًا لھم

لم یبکون علینا وھم قتلونا ثم قال یا ایھا الناس انشدکم باللہ تعالیٰ الا تعلمون انکم دعوتم والدی الحسینؓ ثم خدعتموہ وبالحیرة ثم نکثتم الایمان وقتلتموہ فتبا لکم وویلا لکم فبئس ما تزودتم للآخرة ولنعم ما قیل ؎ کی میرے قتل کے بعد اس نے جفا سے توبہ
ہائے اس زود پشیماں کا پشیماں ہونا!

گو خود جلوس کو غلط سمجھتے ہیں۔ اسے اپنے اعتقاد میں برا سمجھتے ہیں۔ مگر تماشائی کی طرح شریک ہو جاتے ہیں۔ بلاشبہ ایسے لوگ بھی اس لعنت اور وعید کے مستحق ہیں۔ تاریخ نے یہ بھی صاف لکھا ہے۔ کہ جب آلِ حسینؓ کا قافلہ کوفہ سے

یزیدیوں کی موافقت

دمشق پہنچ کر یزید کے سامنے لایا گیا۔ اور حضرت حسینؓ کا سرِ مبارک اس کے سامنے پیش ہوا تو اس نے بڑی ندامت کا اظہار کیا۔ اور کہنے لگا۔ کہ خدا ابن زیاد پر لعنت کرے اس کا تو باپ بھی معلوم نہیں۔ حسینؓ کے ساتھ اس کا خون کا رشتہ تو نہ تھا۔ پھر جب یزید کے گھر میں اس کی اطلاع ہوئی تو عورتیں رونے پیٹنے لگیں۔ یہاں تک کہ یزید کی بیوی بے نقاب ہو کر دربار میں چلی آئی اور خوب چیخ و پکار شروع ہوئی۔[1]

---

[1] ومن العجب ان صرح بجميع ذالك من هو ثقة في رواياته ومفتي في عبقريته عند الشيعة اعني ملا باقر المجلسي وقال لما دخلوا اهل بيت حسين بامر يزيد في بيته درآمد نساء بيت يزيد طرحن الاساور والحلي ولبسن الثياب السود لشدة الحزن وصاحت كلهن بالنياحة والبكاء على حال اهل البيت ۔ وقال الراوي استمرت رسوم النياحة والحداد والبكاء في بيت يزيد ثلثة ايام (ملخصا بلساني مما نص عليه ملا باقر المجلسي) في حيات القلوب وغير ذلك من كتبهم ثم روجت تلك المرسومات. وانعقاد المحفلات ودعا امراة العرس والاعلام بمساعي الكذاب وخدعة زمانه مختار بن عبيد الثقفي وانه حركة ابن سبا وزعيمها فصنع تابوتا باسم كرسي عليؓ والقى عليه الثياب والغلاف وعظمه وعبده وليقدمه في الحروب ويقول انه لكم مثل

(باقی صفحہ ۲۵ پر)

تو جلوس کا طریقہ یزیدیوں کا اور رونے پیٹنے کا طریقہ بھی ان کی عورتوں کا ہے۔ ہمیں یزید سے نفرت ہے تو اس کے طور طریقوں سے بھی نفرت ہونی چاہئے۔ کل کا دن دینداری اور عبادت کا دن ہے۔ تلاوت قرآن کرو۔ نمازوں میں شرکت کرو۔ غریبوں سے ہمدردی کرو، ننگوں کو کپڑے پہنا دو، بھوکوں پیاسوں کو کھلا دو۔ روزہ رکھو۔ خدا کی بارگاہ میں گڑگڑا کر توبہ و استغفار کرو۔ اور کم از کم برائیوں سے تو بچو۔ اور پھر برائی بھی دشمن کے طور طریقوں کی۔ خصوصاً ایسی مجالس میں قطعاً شرکت نہ کرو جہاں پر حضرت سیدنا ابوبکرؓ سیدنا حضرت عمرؓ سیدنا حضرت عثمانؓ اور دیگر ہزاروں لاکھوں صحابہ کرام پر تبرا بازی کی جاتی ہے۔ کیا ایسی مجالس میں ایک مسلمان کیلئے شرکت کرنا جائز ہو سکتا ہے؟ اللّٰہ اللّٰہ فی اصحابی لا تتخذوھم من بعدی غرضا۔ الحدیث۔

سیدنا حضرت صدیقؓ کا مقام و فضیلت

سیدنا حضرت ابوبکرؓ

(حاشیہ صفحہ ۲۴ سے آگے) تابوت بنی اسرائیل فیہ سکینۃ لکم وفتح (علامہ عبدالکریم شہرستانی صاحب الملل والنحل ص۱۴۲) وکان مجتھدا فی ترویج تلک الرسومات الجاھلیۃ الی ان شاعت فی المسلمین وکسر بیضۃ الاسلام و نجح ھوی عزائمہ الخبیثۃ وکان کل ذالک منہ لافتراق المسلمین والتعابھم وتحزبھم وکان ذالک فی سنۃ ۶۴ھ ومقامہ عندنا کمقام السامری فی بنی اسرائیل ومقام ابن سبا کمقام سینٹ پال فی المسیحین وکلھم من الیھود وقد انکشف الشیخ العلامۃ عبد العزیز الدھلوی عن مراداتھم وعن حرکۃ ابن سبا فی کتابہ تحفۃ اثنا عشریۃ والحق انہ اجاد و افاد وللہ درہ ۱۲ سمیع الحق غفرلہ۔

وہ اولوالعزم صحابی ہیں۔ کہ جب سرورِ کائنات علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات دنیا سے تشریف لے جا رہے تھے۔ تو فرمایا مروا ابابکر فلیصلّ بالناس (بخاری) ابوبکر کو حکم دو۔ کہ لوگوں کو نماز پڑھایا کریں۔

حضور نے ازواجِ مطہرات کو حکم دیا۔ کہ میرے مصلّے پر وہ کھڑے ہو کر لوگوں کو نماز پڑھائیں اور مرضِ وصال میں خود حضور نے اپنے مصلّے پر انہیں کھڑا کیا۔[1] اور جس وقت وصال ہوا تو خلافت کا مسئلہ سامنے آیا تو عبد اللہ بن مسعود نے فرمایا کہ مسلمانو! ہمارے لئے دو ہی کام ہیں۔ دین اور دنیا۔ اور ان دونوں میں دین اہم ہے بہ نسبت دنیا۔ اب جب حضور نے مرضِ وصال میں دینی امامت حضرت ابوبکرؓ کو دی تو خلافتِ عظمیٰ دنیا کی امامت و خلافت بھی آپ ہی کا حق ہے۔[2]

حضورؐ مرضِ وصال میں ایک دفعہ مسجد میں تشریف لائے اور ایک بلیغ و فصیح خطبہ ارشاد فرمایا اور خطبہ کے دوران فرمایا۔ کہ خدا نے ایک بندے کو اختیار دیا

---

[1] وقد ثبت امر النبی علیہ السلام بامامۃ ابی بکرؓ من طرقٍ متعددۃ ففی حدیث سہل بن سعدؓ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم یا ابابکر ان اقیمت الصلوٰۃ فتقدم فصلّ بالناس اخرجہ الحاکم والشیخان بطرقٍ عدیدۃ وکذالک عن عائشۃؓ قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا ینبغی لقومٍ فیہم ابوبکر ان یؤمہم غیرہٗ اخرجہ الترمذی ولہٗ شواھدُ کثیرۃ عند الشیخین۔

[2] وکان امامۃ الصلوٰۃ من اھم المناصب کذالک امارۃ النبی فی حیاتہ ابابکرؓ من اعظم المناصب الدینیہ فقد امرہٗ نائباً عن نفسہ للحج ۱۲ م م

کہ قیامت تک اس کی بادشاہی اور زندگی رہے اور اگر چاہے تو میرے دربار میں آئے۔ حضورؐ نے کسی کا نام نہ لیا مگر فرمایا کہ اس بندے نے آخرت کو ترجیح دی حضرت ابوبکرؓ سُن کر رونے لگے۔ ہچکیاں شروع ہوئیں۔ صحابہ کہتے ہیں۔ کہ ہمیں تعجب ہوا کہ یہ بوڑھا (شیخ) کیوں رو رہا ہے۔ حضورؐ نے فرمایا علیٰ رسلک یا ابابکر۔ ابوبکر سنبھل جاؤ روؤ مت۔[1]

پھر فرمایا کہ تم سب نے میری خدمت کی ہے۔ اور دین کے لئے قربانیاں دی ہیں۔ مگر اُس کے بدلے میں نے دنیا میں دے دئے ہیں۔ مگر ابوبکرؓ کے میرے اوپر اتنے احسانات ہیں۔ کہ جس کا بدلہ قیامت کے دن خداوند کریم عطا فرما دیں گے۔ اور میرے اوپر کسی کے اتنے احسانات نہیں جتنے ابوبکرؓ کے ہیں۔[2]

---

[1] الحدیث اخرجہ الشیخان عن ابی سعید الخدری ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جلس علی المنبر فقال ان عبداً خیّرہُ اللہ بین ان یؤتیہ من زھرۃ الدنیا ما شاء وبین ما عندہٗ فاختار ما عندہٗ فبکیٰ ابوبکر قال فدیناک بآبائنا وامہاتنا فعجبنا لہٗ فقال الناس انظروا الی ھذا الشیخ یخبر رسولُ اللہ عن عبدٍ خیرہ اللہ الحدیث الیٰ آخرہٖ (مسلم بخاری)

[2] الحدیث عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مالاحدٍ عندنا یدٌ الّا وقد کافیناہ ما خلا ابابکرؓ فان لہٗ عندنا یداً یکافیہ اللہ بھا یوم القیمۃ وما نفعنی مال احدٍ قط ما نفعنی مال ابی بکرٍ ولو کنت متخذاً خلیلاً لاتخذت ابابکر خلیلاً الا وان صاحبکم خلیل اللہ (رواہ الترمذی) وفی روایۃ ابی سعید الخدریؓ

(باقی صفحہ ۲۸ پر)

حضورؐ بعد از خدا سب سے بڑے محسن ہیں

اور یہ جو فرمایا کہ میں نے سب کا بدلہ پورا کر دیا ہے۔ اس میں کیا شبہ ہو سکتا ہے حضورؐ نے نہ صرف صحابہ کرام کو اپنے احسانات و انعامات سے زیر بار فرمایا بلکہ آپؐ تو رحمۃ للعالمین ہیں۔ آنے والی تمام نسلیں اور بنی نوع انسان آپ کی شان رحمت سے مالا مال ہو رہی ہے خصوصاً مسلمان ان کے لئے تو بعد از خدا سب سے

(حاشیہ صفحہ ۲۷ سے آگے) قالؐ ان من امنّ الناس علیّ فی صحبتہ ومالہ ابوبکرؓ (متفق علیہ)

وما اصدق قول شاعر النبیؐ المؤید بروح القدس حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ فی شانہ ؎

خیر البریۃ اتقاھا واعدلھا — بعد النبی واوفاھا بما حملا

والثانی اثنین فی الغار المنیف وقد — طاف العدو بہ اذ صعد الجبلا

وکان حب رسول اللہ قد علموا — من البریۃ لم یعدل بہ رجلا

ولما سمع النبی علیہ السلام مدح حسانؓ فتبسم وقال صدقت۔ نعم ابوبکر کذالک۔ (ابن سعد تذکرہ ابی بکرؓ)

وفی حدیث علی المرتضیٰؓ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رحم اللہ ابابکر زوجنی ابنتہ وحملنی الی دار الہجرۃ (اخرجہ الحاکم)

وللہ در الشاعر "اقبالؒ" لا فض فوہ حیث یمدحہ ؎

آں امنّ الناس بر مولائے ما

آں کلیم اول سینائے ما ۱۲ س م

بڑے محسن حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ یہ اللہ کا فضل وکرم ہے۔ کہ ہم سب اس پاکیزہ عبادت خانہ مسجد میں بیٹھ کر اپنے رب کی عبادت کرتے ہیں۔ یہاں نہ تصویریں ہیں نہ عورتیں اور نہ کسی قسم کی بے حیائی خالص اور صاف توحید ہے۔ پاکیزگی ہے۔ خدا کے سوا آج ہمارا سر کسی کے سامنے نہیں جھکتا۔ دوسرے عبادت خانوں میں جائیے عورتیں، بت اور تصویریں اور ہر طرح کی فحاشیاں وہاں موجود ہیں، کیا کیا ہے جو وہاں موجود نہیں۔ تو یہ سب کچھ برکت ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی۔

وکنتم علی شفا حفرۃ من النار فانقذکم منھا الآیۃ۔ — اور تم سب جہنم کے گڑھے کے کنارے کھڑے تھے پس خداوند تعالےٰ نے

تمہیں حضورؐ کے ذریعہ اس سے نجات دی۔ حضورؐ نے کھینچ کھینچ کر بچایا اور جنت میں لا کے جنت کا راستہ دکھلایا۔ پتھروں مجسموں اور یہاں تک کہ گوبر، بول و براز کی عبادتوں سے ہمیں نکالا۔

کتنا بڑا احسان ہے جو حضورؐ کی وساطت سے مسلمانوں پر کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

واذکروا اذ انتم قلیل مستضعفون فی الارض تخافون ان یتخطفکم الناس فآوٰکم وایدکم بنصرہ ورزقکم من الطیبت لعلکم تشکرون (پ ۹ ع ۱۸) — اور یاد کرو جس وقت تم بہت تھوڑے تھے مغلوب اور ضعیف پڑے ہوئے ملک میں ڈرتے تھے کہ لوگ تمہیں اچک لیں۔ پھر اس نے تم کو ٹھکانا دیا اور اپنی مدد سے تم کو قوت دی اور روزی دی تم کو ستھری چیزیں تاکہ تم شکر کرو۔

یاد کرو جب تم ذلیل و عاجز تھے اور تمہیں ڈر تھا۔ کہ دنیا کے دشمن تمہیں اُچک نہ لے جائیں اور میں نے اپنی امداد شامل حال کی تمہیں فتح دی۔ ملک و سلطنت دیا آزادی دی اور اپنی برکتوں کے خزانے تمہارے اوپر کھولے۔

یہ سب کچھ رسول اللہ کی تعلیمات اور اسلام کی برکت سے ہوا جس طرح کہ پاکستان جیسا ملک ہم نے اسلام کے نام پر حاصل کیا۔ یہ آیت گویا اب بھی ہمارے حال پر منطبق ہے۔ قرآنِ کریم تو ناطق کلام ہے۔ یہی اس کا اعجاز ہے۔ ہم ہندو اور انگریز کے تلے دبے ہوئے تھے۔ خدا نے وطن اور ملک دیا مگر اس خدا کے احکام اور اس کی کتاب کی اب کیا قدر ہو رہی ہے۔ ہماری اکثریت اسلامی اخلاق سے عاری ہے۔ جب مسلمانوں نے قرآن پر عمل کیا خدا کی غیبی طاقت امداد کر رہی تھی۔ فتوحات ہمارے قدم چومتی تھیں۔ اور حضورؐ کے صدقے سے دنیا میں

اپنے محسن کی ناشکری

ترقی کی مگر آج ہم قرآن اور حضورؐ کی سنت سے قطعی بے خبر ہیں۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا:

ان اللہ یرفع بھذا الکتاب اقواماً و یضع بہ آخرین۔ الحدیث[1]۔ اللہ تعالیٰ اس کتاب کی بدولت بہتوں کو عزت دیتا ہے۔ اور اس کو نہ ماننے اور عمل نہ کرنے کی وجہ سے خدا بہت سی قوموں کو ذلیل کر دے گا۔ آج مسلمانوں کی حالت یہ ہے۔ کہ نہ مرد اسلامی تعلیمات سے باخبر ہیں۔ نہ عورتیں۔ بلکہ قرآن کو مذاق بنایا جا رہا ہے۔ نکاح۔ طلاق عدۃ کے بارے میں جو صاف احکام تھے۔ اُس سے انکار کیا جا رہا ہے مثلاً قرآن میں

[1] رواہ مسلم عن نافع عن ابن عمرؓ ۱۰ س م

ہے۔ کہ مطلقہ کی عدت تین حیض ہے۔ اور جب بھی پورے ہو جائیں تو عورت عدت سے فارغ ہو گئی۔ مگر ان لوگوں نے قانون بنایا۔ کہ نوّے دن عدت کے پورے کرنے پڑیں گے۔ گویا عورت کب کی عدت سے شرعاً فارغ ہو جائے۔ مگر یہ لوگ انہیں عدت میں پڑی رکھیں گے۔ گویا رنجیت سنگھ کی اندھیر نگری ہے۔ کہ کسی نے اطلاع دی کہ فلاں مکان کو آگ لگ گئی ہے۔ آدمی بھیجے۔ عرصہ بعد اُس نے درخواست پر غور کیا اور کچھ مہینے بعد آدمی آئے۔ وہاں مکان جل کر راکھ ہو گیا تھا۔ لوگوں نے دوبارہ نیا مکان بنوایا تھا۔ اب جب یہ لوگ آئے تو اسی مکان کو نکلے اور فوارے سامنے کئے اور اس پر پانی پھینکنے لگے۔ کہ رنجیت سنگھ کا حکم ہے۔ اور ہمیں اُس کی تعمیل کرنی ہے۔ اسی طرح عائلی قوانین کی دوسری دفعات ہیں۔ اسلامی تعلیمات

نماز کی اہمیت

کا اہم ترین رکن نماز ہے۔ اور حالت یہ ہے کہ سو میں چند مرد یا چند عورتیں نماز پڑھتی ہیں حضورؐ نے مرضِ وفات میں آخری وصیت جس چیز کی فرمائی وہ یہی تھی کہ۔ الصلوٰۃ وما ملکت ایمانکم۔ حضورؐ کے ہونٹ مبارک ہل رہے تھے۔ ضعف کی وجہ سے آواز سننے میں نہیں آ رہی تھی۔ حضرت عائشہ نے کان نزدیک کئے تو سنا کہ حضورؐ یہی جملے ارشاد فرما رہے تھے تو نماز خدا کی تعظیم کی صورت اور اُس کو سلامی ہے۔ اور مسلمان اس سے بالکل غافل ہیں۔ تو وہ محسن جو ماں باپ سے زیادہ محسن اور محبوب ہیں۔ النبی اولیٰ بالمومنین من انفسھم الآیۃ۔ نبی مسلمانوں کے لئے جان سے زیادہ عزیز و محبوب ہیں۔ تو ہم نے اس کی آخری وصیت کو بھی فراموش کر دیا ہے۔ عورتوں کو گھر کے کام کاج سے فرصت نہیں ملتی۔ نوجوان کہتے ہیں۔ کہ ابھی ہم جوان ہیں۔ بوڑھے ہو کر نمازیں

پڑھیں گے۔ یہ حالت ہو گئی ہے۔ ہم عورتوں کو گھر کے کام کاج میں کوتاہی کرنے پر مارتے ہیں۔ ناراض ہوتے ہیں۔ اگرچہ اُن سے خدمت لینا شرعاً ہمارا حق نہیں۔ مگر جب سالن میں معمولی نمک زیادہ ہو جائے تو ہم بیوی سے ناراض ہو جاتے ہیں۔ کیا نماز نہ پڑھنے پر ہم کبھی بیوی سے ناراض ہوئے۔ کبھی ہم نے نماز کی اتنی تاکید کی۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز خلیفہ تھے۔ اپنے ایک لڑکے کو ایک مدرسہ میں ایک استاد کے سپرد کیا اور اُس کی نگرانی کے لئے ایک خفیہ آدمی بھی مقرر کیا۔ ایک دفعہ اس آدمی نے خلیفہ کو اطلاع دی۔ کہ عصر کی جماعت کے وقت تمہارا لڑکا حجامت بنوا رہا تھا۔ خلیفہ کو علم ہُوا تو وہاں سے دو بید بھیجے اور لڑکے کے اُستاد کو لکھا کہ مجھے خود حاضر ہونا تھا۔ مگر مجھے امورِ خلافت سے فرصت نہیں۔ جس وقت میرا پیغام تجھے پہنچے تو میرے لڑکے کو بلا کر ان دونوں بیدوں سے اتنا مارو کہ یہ ٹوٹ جائیں اور پھر میرا یہ خط اُسے دے دو جس میں لکھا تھا۔ کہ اے بیٹے کیا حجامت بنوانے اور سر منڈانے کے لئے صرف جماعت کا وقت رکھا ہے۔ اور کوئی وقت نہیں ملا۔ گویا اتنا اہتمام تھا نماز کا۔

حضرت عمرؓ جب تختِ خلافت پر متمکن ہوئے تو سب سے پہلا فرمان یہ جاری کیا۔ کہ:

ان اھم امورکم عندی الصلوٰۃ فمن اقامھا فقد اقام الدین ومن ضیعھا فھو لما سواھا اضیع (موطا مالک)

میرے نزدیک تمہارے معاملات میں اہم ترین چیز نماز ہے جس نے نماز کو قائم رکھا۔ تو اس نے دین کو بھی قائم رکھا۔ اور جس نے نماز ضائع کی یعنی اس سے غفلت برتی تو وہ دوسری عبادت کے لئے زیادہ ضائع کرنے والا ہوگا۔

حضورؐ نے فرمایا۔ الصلوٰۃ عماد الدین۔ نماز دین کا ستون ہے۔ نیز فرمایا۔ کہ الصلوٰۃ برھان۔ نماز دلیل ہے قیامت کے دن شفاعت کے لئے جب مسلمانوں کا انتخاب ہوگا۔ تو نمازیوں کے چہروں سے ایک خاص نور اور چمک نکلے گی جس سے حضورؐ اُن کی شناخت کریں گے۔ تو عبدیت کا پہلا تقاضا اور پہلا مظاہرہ نماز ہے۔ قدرت نے نماز کے ذریعہ ہمیں پیغامِ حق پہنچانے کا انتظام کیا۔ جب ہم نماز کے ذریعہ صرف الفاظ بھی سنیں گے تو قرآن کے الفاظ بھی بہت بڑی چیز ہے۔

راجہ داہر کے ساتھ محمد بن قاسم کی سرکردگی میں مسلمان فوج لڑ رہی تھی۔ حجاج بن یوسف نے محمد بن قاسم کو جو وصیت کی اس میں کہا کہ فوج کو پنجوقتہ نماز باجماعت کی پابندی کرایا کرو۔ اور خدا کی یاد سے کسی لمحہ غافل نہ ہُوا کرو۔ اس کی تابعداری میں نجات اور کامیابی ہے۔ اور نماز میں سجدہ کرتے تکبیر کرتے رکوع کرتے وقت خدا کے سامنے رویا کرو اور پوری خشوع وخضوع سے نماز پڑھا کرو۔" فوج نے جب اس وصیت پر عمل شروع کیا تو بہت جلد کامیاب ہو گئے۔ حجاج ظالم تھا مگر بے دین نہیں تھا۔ اب اگر امراء ظلم میں ان سے کم ہوتے ہیں۔ مگر بے دین اور بے اعتقاد ہوتے ہیں۔ اور بداعتقاد حاکم فتح نہیں کر سکتے۔ رسول اللہؐ کی ایک سنت میں سستی اور کاہلی سے قوموں کی قومیں تباہ ہوئیں اور نقصان پہنچا۔ اور برکاتِ خداوندی سے محروم ہوئیں۔

نئی پود کو دینی تعلیم نہیں دی جاتی۔ نماز کا تو قطعاً اہتمام نہیں کرایا جاتا۔ اس کا وبال والدین کے سر پر ہوگا۔ جیسا کہ مجھے ایک صاحب نے بڑے درد سے

کہا جو جرمنی سے ڈاکٹری پاس کر کے آئے تھے۔ کہ جب قبر سے اُٹھ کر میری باز پرس ہوگی تو میں اپنے والد کو گریبان سے پکڑ کر خدا کے حضور پیش کروں گا کہ اس نے میرے پیدا ہوتے ہی مجھے دنیاوی تعلیم کے پیچھے لگایا۔ اور اس کی تکمیل کے لئے جرمنی تک بھیج دیا۔ مگر دین سے مجھے اس نے کورا رکھا نہ نماز کی طرف توجہ دی نہ دین کی طرف۔ اس نے اس خواہش کا اظہار بھی کیا کہ میں اب اپنے دونوں بچوں کو دینی تعلیم دلانا چاہتا ہوں۔ کیونکہ قیامت کے دن یہ بھی میرے لئے وبال نہیں گے حدیث میں ہے۔ کہ بچوں کے قرآن پڑھنے، تلاوت کرنے اور اس پر عمل کرنے سے خدا تعالیٰ اس تعلیم و تلاوت کی برکت سے قیامت کے دن ان کے والدین کے سروں پر چمکتے ہوئے تاج رکھے گا۔ اور جنت کا بیش قیمت حلہ (جوڑا) انہیں پہنایا جائے گا۔ تو بہر تقدیر اسلام کی یہ عظیم اور دنیوی و اخروی کامرانیوں کی یہ دولت ہمیں حضورؐ کے ذریعہ ملی۔ بلاشبہ بعد از خداوہ سب سے بڑے محسن ہیں۔

تو میں یہ عرض کر رہا تھا۔ کہ حضورؐ نے فرمایا۔ کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے جو قربانیاں دیں اس کا بدلہ خداوند تعالیٰ قیامت کے دن عطا فرماوے گا۔ اس نے گھر بار مال و دولت عزت و آبرو حضورؐ کی راہ میں لٹا دی۔ اپنی جگر گوشہ حضرت عائشہ کی شادی بھی آپ سے کرادی۔

حضرت صدیقؓ کی صحابیت کا قرآن میں منصوص ہونا

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ الّا تنصروہ فقد نصرہ اللہ۔ اگر تم مسلمان رسول کریم کی امداد کے لئے کھڑے نہیں ہوتے اور رسولؐ کی دین کی خدمت نہ کریں تو کوئی بات نہیں۔ خدا تمہارے مدد کرنے کا محتاج نہیں۔ کہ اگر کرو تو دین پھیلے گا۔ ورنہ نہیں۔ فقد نصرہ اللہ اذ اخرجہ الذین کفروا۔ جب کافروں نے مکہ سے حضورؐ کو نکال دیا۔ ثانی اثنین اذ ھما فی الغار دو میں سے ایک۔ ایک ابوبکرؓ اور ایک حضور اقدسؐ جب کہ دونوں غار ثور میں تھے۔ اذ یقول لصاحبہ جب کہ رسولؐ اپنے ساتھی (صاحب) کو کہہ رہے تھے۔ لاتحزن ان اللہ معنا پریشان نہ ہو اللہ ہمارے ساتھ ہے۔

یہاں خداوند قدوس نے حضرت صدیق کو صاحب کہا جس سے ابوبکرؓ کی صحابیت ثابت ہوگئی۔ اس بنا پر ابوبکر کی صحابیت منصوص اور قطعی ہے۔ اور اس کا منکر کافر ہے۔ ایسے جان نثار عاشق اور مخلص صحابی کہ ایسے خطرناک وقت میں بھی آپ کے ساتھ ساتھ جا رہے ہیں۔ اس موقعہ پر حضرت سیدنا علیؓ کی بھی بہت بڑی منقبت[1] ہے۔ کہ حضورؐ نے انہیں گھر میں اپنی چارپائی پر چھوڑا۔ عربوں میں جو کچھ بھی تھا مگر غیرت زیادہ تھی۔ اور اگر کسی کو قتل کرتے تو بے غیرتی اور بزدلی سے سونے کی حالت میں نہیں۔ یہ انہیں بے غیرتی معلوم ہوتی تھی۔ جب کہ گھروں کے اندر عموماً عورتیں بھی ہوتی ہیں۔ تو عربوں کو دیوار پھاند کر اندر داخل ہونے میں عار محسوس ہوتا تھا۔ اس لئے تو اسکیم کے باوجود اندر داخل نہ ہوئے اور دیواریں نہ پھاندیں اور تلوار و نیزے ہاتھ میں لئے دروازہ میں کھڑے رہے اور نکلنے کا انتظار کرتے رہے۔ کفار نے اس سے قبل جمع ہو کر دار الندوہ

کفار کا دار الندوہ میں مشورہ

میں مشورہ کیا۔ ابلیس بھی ایک نجدی شیخ کی شکل و صورت میں اس میں شریک ہوا

[1] حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ ہو۔

کسی نے ایک مشورہ پیش کیا کسی نے دوسرا۔ ابلیس نے ہر شق پر اعتراض کیا کہ اگر حضورؐ کو گرفتار کرا دو تو ان کے جان نثار انہیں چھڑا دیں گے۔ کسی نے اخراج اور جلاوطنی کا مشورہ پیش کیا۔ ابلیس نے اس کی بھی تردید کی کہ باہر جا کر اس کے اعجاز نطق و بلاغت و فصاحت سے باہر کے لوگ اس کے دام میں آ جائیں گے اور طاقت جمع ہو کر تمہارے اوپر حملہ کرے گا۔ پھر کسی نے آخر میں آپؐ کو قتل کرنے

۱؎ مآثر علیؓ: ومن مآثر علیؓ بانہ تربی فی حجرہ صلی اللہ علیہ وسلم وتولدہ فی بیت اللہ الحرام وذلک فضل لم یسبقہ بہ احد (مستدرک) وصہر النبی علیہ السلام وقد جری نسلہ علیہ السلام من صلبہ وتشرف بمواخاۃ النبی علیہ السلام و فتح بیدہ خیبر ومن فضیلتہ التامۃ قولہ علیہ السلام سابعث غداً رجلاً یحب اللہ ورسولہ ویحبہ اللہ ورسولہ وقولہ علیہ الصلوۃ والسلام انت منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ وقولہ علیہ السلام لایحب علی منافق ولایبغضہ مومن وقولہ علیہ السلام من کنت مولاہ فعلی مولاہ۔

(الحدیث) وھو حامل لواء النبی علیہ السلام فی مواطن کثیرۃ وباب العلم کما قال علیہ السلام انا مدینۃ العلم وعلی بابھا (الحدیث) ومن مکثرتی العادث وینتھی الیہ سلاسل التصوف وطرق الھدایۃ کما خطب سیدنا الفاروق عمر یوماً فقال ایھا الناس اعلموا انہ لایتم شرف الا بولایۃ علی بن ابی طالب (اخرجہ الدارقطنی) وقال علیؓ دعانی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال یا علی ان فیک من عیسیٰ مثلاً ابغضتہ الیھود حتی بھتوا امہ واحبہ النصاریٰ

(باقی صفحہ ۳۷ پر)

کا مشورہ دیا تو شیطان نے اس کی تصویب و تائید کی۔ اب بعض نے یہ خدشہ ظاہر کیا کہ بنو ہاشم کی رشتہ داری ہے۔ اور رشتہ داری کی وجہ سے حضورؐ کے قتل کا قصاص لینے کے لئے اٹھ کھڑے ہوں گے۔ اس کا حل شیطان نے یہ بتلایا کہ تمام قبائل میں سے دو دو افراد کو منتخب کر دو اور وہ سب یکبار حضورؐ پر حملہ کر کے انہیں قتل کر دیں۔ اس صورت میں بنو ہاشم تمام قبائل کا مقابلہ نہ کر سکیں گے۔ چنانچہ سب نے اس تجویز پر شاباش و آفرین کہا۔ ادھر اللہ تعالیٰ نے

(حاشیہ صفحہ ۳۶ سے آگے) حتی انزلوہ بالمنزلۃ اللتی لیست لھا وقال علیؓ وانہ یھلک فی محب مطری بمالیس فی ومبغض مفتری (الی قولہ) الا وانی لست بنبی ولایوحیٰ الیّ ولکنی اعمل بکتاب اللہ وسنۃ نبیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الی آخرہ (رواہ احمد) فجزی اللہ جماعۃ اہل السنۃ بان یحبونہ مع سائر الصحابہ ولایطرونہ فی المدیح ولایفرطون وتلک الطریقۃ السمحۃ البیضاء لیلھا کنھارھا۔ ۱۲

۲؎ طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت علی۔ وواقعۃ الھجرۃ اخرجہ البخاری عن عائشۃ فی باب ھجرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہ الی مدنیۃ وعن ابی بکرؓ فی مناقب المھاجرینؓ۔ وکید الکفار فی دار الندوۃ ونجواھم ھو المشار بقولہ تعالیٰ واذ یمکر بک الذین کفروا لیثبتوک او یقتلوک او یخرجوک الآیۃ۔ ۱۲ سمیع الحق خادم العلم بدار العلوم الحقانیۃ حفظہا اللہ الی یوم القیامۃ۔

حضورؐ کو اطلاع دی کہ آج رات تجھے شہید کرنے کا فیصلہ کیا گیا ہے۔ اور مکہ معظمہ سے ہجرت کرنے کی اجازت دی گئی۔ حضورؐ نے راتوں رات حضرت صدیقؓ کو اطلاع دی اور مکان سے نکل گئے اور حضرت علیؓ کو فرمایا۔ کہ میری چارپائی پر میری چادر اوڑھ کر لیٹ جاؤ۔ [له] کفار کو جب معلوم ہوتا ۔ ۔ ۔ کہ آپ آرام فرما ہیں۔ تو مطمئن ہوتے کہ ابھی گھر میں موجود ہیں حضورؐ کا مکان چھوٹا تھا۔ دیواریں چھوٹی چھوٹی تھیں۔ پھاندنا مشکل نہ تھا۔ یہ تو مکی زندگی کی حالت تھی۔ مدینہ میں جب کہ اسلامی حکومت قائم ہوئی۔ فتوحات شروع ہوئیں تو مکان کی حالت کیا تھی اس مکان کے بارے میں جہاں آپ آج آرام فرما ہیں، گنبد خضرا میں وہ زمین مبارک معنوی درجات کے لحاظ سے بقول حضرت امام شعرانیؒ عرش کرسی اور بیت اللہ سے افضل ہے۔ گویا وہ مقدس مقام عرش کے لئے باعث رشک وغبطہ ہے۔ مگر ظاہری لحاظ سے مکان کی خستہ حالی ایسی تھی۔ کہ حضرت حسن بصریؒ۔ نابالغی کی حالت میں حجرہ مبارک میں داخل ہوتے ہیں۔ تو فرماتے ہیں۔ کہ چھت کے نیچے ہونے کی حالت تھی۔ کہ مجھے جھکنا پڑا۔ گویا حجرہ مبارک کے چھت کی اونچائی قد آدم کے برابر بھی نہیں تھی۔ اب شیعہ حضرات کہتے ہیں۔ کہ حضورؐ نے حضرت علیؓ کو ہجرت کے وقت اپنی جگہ پر چھوڑ کر سب کچھ انہیں دے دیا۔ خلافت بھی دے دی اور معاذ اللہ نبوت بھی دے دی۔ مگر یہ ان کی غلط فکری ہے۔ دراصل واقعہ یہ تھا۔ کہ اہل مکہ تاجر پیشہ تھے اور کافر ہونے کے باوجود اپنی امانتیں حضورؐ کے پاس رکھواتے تھے حضورؐ کو امین سے پکارتے، عداوت و دشمنی تھی مگر آپ کو "الصادق الامین" کا لقب دے رکھا تھا۔ جب حضورؐ ہجرت فرمانے لگے تو حضرت علیؓ کو امانتیں پہنچانے اور مالکوں کے سپرد کرنے

له ، له (حاشیہ صفحہ ۳۶، ۳۷ پر دیکھئے)

کی خاطر مکہ معظمہ میں چھوڑا کہ لوگوں کو پہنچا دینا تو حضرت علی کو اپنے بستر پر چھوڑنا خلافت کی دلیل کب بن سکتی ہے؟ خلافت کی دلیل تو وہ ہے۔ کہ جب مرضِ وصال

مرض وصال میں حضرت صدیقؓ کی خلافت کے ارشادات

میں ایک بار حضورؐ مسجد میں تشریف لے گئے تو مصلّٰی پر حضرت علیؓ کی موجودگی کے باوجود حضرت صدیقؓ کو کھڑا کروایا۔ اور مرض وصال میں جب بھی نماز کا وقت آتا۔ تو فرماتے: مروا ابابکر فلیصل بالناس۔ ابوبکر کو حکم دو کہ لوگوں کو نماز پڑھاویں۔ اس مرض میں ارشاد فرمایا۔ کہ مسجد کے گرداگرد احاطہ مسجد میں جو دروازے اور دریچے کھلتے ہیں انہیں بند کر دو۔ مگر حضرت ابوبکر صدیقؓ کے مکان کے بارہ میں ارشاد فرمایا کہ اس کا دروازہ کھلا رہے[له]۔ اشارہ تھا اس طرف کہ

له ولفظ الحديث مارواه الشيخانؒ عن ابى سعيد الخدرى قال عليه السلام۔ لا تبقين فى المسجد خوخة الا خوخة ابى بكر وعن عائشةؓ ان النبى عليه السلام امر لسد الابواب الا باب ابى بكر۔ (اخرجه الترمذى) وقال عليه السلام لا يبقين فى المسجد باب الا سد الا باب ابى بكر۔ (البخارى ج ۱ ص ۵۱۶) ففى الحاديث ادل دليل على الخلافة فان له بسبب الخلافة والامامة يكون فضل حاجة الى المسجد النبوى فكانه استخلاف معنىً وصرح شراح الاحاديث بان هذا الكلام كان فى مرضه الذى توفى فيه وفى آخر خطبة خطبها تنبيها للناس فى ضمن ذلك على امر الخلافة وتعريضٌ بان ابابكر هو متخلف بعده۔

دورانِ خلافت میں امورِ خلافت کی انجام دہی اور پنج وقتہ نمازوں میں مسجد آنے جانے کے لئے ان کا دروازہ کھلا رہے۔ اور آسانی ہو۔ آج بھی حجاج جاتے ہیں اور چودہ سو سال بعد بھی حضرت صدیق کے مکان کا دروازہ کھلا ہُوا پاتے ہیں۔ اور دروازے پر "باب حجرۃ ابی بکر الصدیق" کا بورڈ آویزاں ہے۔ باقی تمام دروازے بند ہیں۔ کتنی صریح دلیل اور غیر فانی فضیلت ہے۔ مگر تعصب کا کیا کیا جائے ؎

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم — چشمۂ آفتاب راچہ گناہ

تو بہرحال میں یہ عرض کر رہا تھا۔ کہ غارِ ثور میں جب حضرت صدیقؓ نے گھبرا کر حضورؐ کی خدمت میں عرض کیا کہ دشمن سر پر آ پہنچے اب کیا کیا جائے۔ تو حضورؐ نے تسلّی دی اور فرمایا: لاتحزن ان اللہ معنا [۱] قرآن نے حضرت ابوبکرؓ کی صحابیت کی شہادت دی۔ غارِ ثور گویا مقتل بن گیا ہے۔ مگر ایسے خطرناک حالات میں بھی ابوبکرؓ نے ساتھ نہ چھوڑا۔ ان اللہ معنا اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ

---

[۱] ونزول آیۃ ثانی اثنین اذھما فی الغار فی شان ابی بکرؓ وذلک باجماع الامۃ لحدیث الحسن قال حدثنی ابوبکر قال کنت مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی الغار فرأیت آثار المشرکین قلت یا رسول اللہ لو ان احدھم رفع قدمہ رآنا قال ما ظنک باثنین اللہ ثالثھما (اخرجہ البخاری) وکذلک قولہ تعالیٰ فان اللہ ھو مولاہ وجبریل وصالح المؤمنین فی مزیۃ الشیخین کما یشاھدہ حدیث ابی امامۃ فی المستدرک للحاکمؒ ۱۲ سمیع الحق۔

ہے۔ اللہ تعالیٰ کی معیت حضرت صدیقؓ کو بھی حاصل ہے۔ اور جس کا ساتھی اللہ ہو اس کو کوئی بھی گزند نہیں پہنچا سکتا۔ الّا تنصروہ فقد نصرہ اللہ۔ اگر تم نے اسلام سے روگردانی کی۔ اسلام کے قوانین و اوامر کو چھوڑا حضورؐ کی امداد نہ کی تو کوئی ضرورت نہیں۔ خدا کی امداد حضورؐ کی شاملِ حال ہے۔

بزرگو اور بھائیو! یہ بھی عشق کا عجیب مرحلہ ہے۔ غار کے اندر گھستے وقت ابوبکرؓ نے فرمایا کہ آپ ٹھہر جائیں۔ خود اندر گئے۔ غار میں جھاڑو دی۔ اپنے کپڑوں کو پھاڑ پھاڑ کر سوراخوں کو اس سے بند کیا۔ کپڑا ختم ہُوا اور دو سوراخ باقی رہے تو اس طریقے سے بیٹھ گئے کہ ایک سوراخ کے سامنے ایک ایڑی رکھی اور دوسرے کے ساتھ دوسرا قدم لگایا۔ پھر عرض کیا کہ حضرتؐ آپ تشریف لے آئیں حضورؐ تشریف لائے۔ ابوبکرؓ صدیق کی گود میں سر مبارک رکھ کر آرام فرمایا۔ اب عشق کا مقام دیکھئے جہاں قدم قدم پر آزمائشیں ہیں، امتحانات ہیں۔ اگر کوئی شخص وفاداری کا دعویٰ کرتا ہے۔ مگر خدمت سے انکار کرے۔ جب مالک کسی کام کا حکم دے تو کہے دھوپ ہے۔ سردی ہے۔ باہر نہیں نکل سکتا تو ایسی وفاداری کا کوئی اعتبار نہیں کیا جا سکتا ہے۔ تو کیا ایسے غلام اور نوکر کو اجرت اور تنخواہ مل سکے گی۔؟

ہم خدا تعالیٰ کی وفاداری اور غلامی و بندگی کا دعویٰ کریں۔ مگر نہ نماز نہ روزہ نہ قربانی نہ عبادت نہ اطاعت تو کیا کام چلے گا۔؟

تو ابوبکرؓ نے اپنی ایڑیاں سوراخوں کے آگے رکھیں۔ بڑے لوگوں کا امتحان سخت ہوتا ہے۔ اشدّ الناس بلاءً الانبیاء ثم الامثل فالامثل (بخاری) ترجمہ: "سب سے بڑی اور سخت آزمائشیں انبیاء علیہم السلام پر ہوئیں پھر ان پر جو ان سے

جتنے قریب ہوں۔" اندر سے سانپ نے ڈس لیا۔ زہر کے درد سے چور چور ہوئے۔ مگر حرکت نہیں کی، ہلے نہیں، کہ حضورؐ کے آرام میں خلل نہ آئے۔ اور آنکھ نہ کھل جائے۔ درد کی شدت اور زہر کی تپش سے آنسو ٹپک کر حضورؐ پر جاگرے تو حضورؐ کی آنکھ کھلی۔ پوچھا ابوبکرؓ کیوں روتے ہو۔ حضرت صدیقؓ نے واقعہ سنایا حضورؐ نے اپنے دہن کا لعاب مبارک مارگزیدہ جگہ پر لگایا۔ حضرت صدیقؓ فرماتے ہیں۔ کہ درد کا اثر فوراً زائل ہوا[1] تو بہر حال اتنی بڑی فضیلت حضرت صدیقؓ کو عطا فرمائی گئی۔ انہوں نے اسلام کے لئے کتنی بڑی بڑی قربانیاں پیش کیں۔ یہاں مجھے بعض دوستوں نے اس پروپیگنڈے کا ذکر کیا۔ جو بعض حضرات

ایک غلط پروپیگنڈہ

کرتے ہیں۔ کہ حضورؐ کی صرف ایک ہی بیٹی فاطمۃ الزہرا تھی۔ اللہ اکبر حقائق سے کس طرح انکار کیا جا رہا

---

[1] وفی حدیث عمر قال (ابوبکر) واللہ لاتدخلہ حتی ادخل قبلک فان کان فیہ شیئ اصابنی دونک فدخل فکسحہ (ای کنسہ) ووجد فی جانبہ ثقباً فشق ازارہٗ وسدھا بہ وبقی منھا اثنان فالقمھما رجلیہ ثم قال لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ادخل فدخل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ووضع راسہٗ فی حجرہٖ ونام فلدغ ابوبکرؓ فی رجلہ من الحجر (الثقب) ولم یتحرک مخافۃ ان ینتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فسقطت دموعہٗ علی وجہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال مالک یا ابابکر قال لدغت فداک ابی وامی فتفل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فذھب ما یجدہٗ والحدیث بطولھا ۱۲ م (مشکوٰۃ ص۵۵۵ مناقب ابوبکر)

ہے۔ دراصل یہ مسلمانوں کی بدقسمتی ہے۔ کہ اپنی لڑکیوں اور لڑکوں کا حال اور تعداد تو معلوم ہے۔ مگر جہالت کی وجہ سے مسلمانوں کو اپنے رسولؐ کے احوال کے بارے میں اس قسم کا دھوکا بھی دیا جا سکتا ہے۔ حالانکہ جب حضورؐ دنیا سے تشریف لے جا رہے تھے تو چار لاکھ تک جان نثار صحابہ موجود تھے جنہوں نے حضورؐ کے ایک ایک قول ہر ہر حرکت اور واقعہ کو محفوظ کیا۔ ذرہ ذرہ کی حفاظت کی۔ اب اتنی موٹی بات سے بھی انکار کیا جاتا ہے۔ کہ حضورؐ کی اور لڑکیاں نہ تھیں۔ مخالفین سمجھتے ہیں۔ کہ لاعلمی کی وجہ سے مسلمانوں کو ہر طرح کی باتیں کی جا سکتی ہیں۔ مسلمانوں کو فرانس اور لندن کی تاریخ تو معلوم ہے مگر اپنے مذہب سے قطعی بے خبر ہیں۔ اگر علم کی روشنی ہوتی تو ایسے بیّن اور واضح حقائق کا انکار کیسے کرایا جا سکتا۔؟

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا لقب اس بنا پر ذوالنورین تھا۔ کہ حضورؐ کی دو صاحبزادیاں رقیہؓ اور امِ کلثومؓ یکے بعد دیگرے ان کے عقد میں آئیں۔ جسد بُری بلا ہے۔ سمجھتے ہیں۔ کہ اگر ایک لڑکی حضرت فاطمۃ الزہرا کی وجہ سے حضرت علیؓ کو فضیلت حاصل ہو سکتی ہے۔ تو دو صاحبزادیوں کی وجہ سے حضرت عثمان کو کیوں فضیلت[1] حاصل نہ ہوگی۔ سرے سے لڑکیوں کے وجود ہی سے انکار

---

[1] وکفی لمزیۃ عثمانؓ قولہ علیہ السلام لما نھض النبیؐ الی عثمان فاعتنقہٗ وقال انت ولییؐ فی الدنیا والآخرۃ وقال ان عثمان رفیقی ومعی فی الجنۃ وقولہ علیہ السلام اسکن یا ثبیر فانما علیک نبیؐ وصدیق (باقی صفحہ ۴۴ پر)

کر بیٹھے ——— آج ہم میں سے اکثریت حضرت عمر خلیفہ

حضرت عمر فاروق کی فضیلت اور مقام

ثانی فاروق اعظمؓ کی شان و مقام سے ناواقف ہے۔ یورپ والے انہیں جانتے ہیں۔ کہ ان کے کالجوں میں سیرت العمرینؓ پڑھائی جاتی ہے۔ حضرت عمرؓ کے زمانۂ خلافت میں تقریباً چار ہزار شہر اسلامی حکومت میں داخل ہوئے۔ ہزاروں جامع مسجدیں بنائی گئیں[1]۔ مگر حسرت سے فرمایا کرتے تھے۔ کہ میری

(صفحہ ۴۳ سے آگے) وشہیدان (ای عمر وعثمان) وقولہ علیہ السلام لعل اللہ یقمصک قمیصاً فان ارادوک علی خلعہ فلا تخلع لھم وقولہ علیہ السلام الا استحی من رجل تستحی منہ الملائکۃ وتشریف النبی علیہ السلام ایاہ بمصاہرتہ مرتین ۱۲۔

[1] وقد صرح الامام ولی اللہ الدھلویؒ۔ "در زمان خلافت حضرت عمرؓ ہزار و سی و شش شہر بالتوابع و لواحق آں فتح شدہ و چہار ہزار مسجد ساختہ گشت و چہار ہزار کنیسہ خراب گردید و یکہزار و نہصد منبر بر محاریب جامع بجہت خطبہ جمعہ بنا کردند۔ انتہی (ازالۃ الخفاء ج ۲ قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین ص ۱۳۲) وکفیٰ لہ فخراً بان کان مراداً لامر ید اوشتان بین المرتبتین وقولہ علیہ السلام لو کان بعدی نبی لکان عمرؓ (الحدیث) اعز اللہ باسلامہ المسلمین وایدھم کما قال ابن مسعود مازلنا اعزۃ منذ اسلم عمرؓ اخرجہ الحاکم۔ والقرآن تشھد بمزایاہ والحدیث تنبیٔ بمفاخرہ وقولہ علیہ السلام اللھم اعز الاسلام باحب ھذین الرجلین الیک قال وکان احبھما الیہ عمر (اخرجہ الترمذی والحاکم) وقولہ علیہ السلام جعل اللہ الحق علی لسان عمر وقلبہ (الترمذی) وعن علی

(باقی صفحہ ۴۵ پر)

ساری عمر کی خدمت اور عبادت ایک طرف مگر کاش مجھے غار ثور میں حضرت صدیق کی ایک رات کی خدمت مل جائے تو میرے لئے بہت بڑی سعادت ہے[1]۔ خود حضرت علی نے فاطمۃ الزہرا کی بیٹی کلثوم کا نکاح حضرت عمر سے کرایا اور اس مبارک اور پاکیزہ رشتہ میں شریک کرایا[2]۔

دین میں صحابہ کا مقام

میرے بزرگو! صحابہ کرام دین کی جڑیں ہیں۔ دین کی عمارت صحابہ کرام پر کھڑی ہے۔ یہ دین ہمیں اتنے اولوالعزم صحابہ سے پہنچا اور اگر جڑیں کاٹ دی جائیں تو گو ہزاروں دفعہ آبپاشی کریں درخت کو پانی دیں مگر درخت سرسبز و شاداب نہیں ہو سکے گا یہ عظیم الشان نعمت ہمیں ان لوگوں کے ذریعہ پہنچی ہے۔ اور جب خدانخواستہ صحابہ کے درمیان نفرت و عداوت پیدا کر دی گئی تو دین کہاں رہے گا۔ خدا اور رسول کے بعد ہمارے درمیان تو صحابہ کرام ہی ہیں[3]۔ خداوند کریم کا ارشاد ہے۔

محمد الرسول اللہ والذین معہ اشداء محمد اللہ کے رسول ہیں۔ اور جو لوگ آپ

(صفحہ ۴۴ سے آگے) قولہ ماکنا نبعد ان السکینۃ تنطق علی لسان عمر (الاستیعاب والبیہقی) وقولہ علیہ السلام ان الشیطان یخاف منک یا عمر وغیر ذلک من شرفہ وفضلہ ذکرنا نبذۃ منھا ۔۱۲ سمیع

[1] عن عمر ذکر عندہ ابوبکر فبکیٰ وقال وددت ان عملی کلہ مثل عملہ یوماً واحداً من ایامہ ولیلۃ واحدۃ من لیالیہ اما لیلۃ فلیلۃ سار مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی الغار الی آخرہ ۱۲ (مشکوۃ ص ۵۵۵ مناقب ابی بکر)

[2] تفصیل ضمیمہ میں ملاحظہ ہو ص ۹۶ ... [3] ملاحظہ ہو مضمون از ص ۸

علی الکفار رحماء بینھم تراھم رکعا
سجدا یبتغون فضلا من اللہ
ورضوانا سیماھم فی وجوھھم من
اثر السجود ذلک مثلھم فی التوراۃ
ومثلھم فی الانجیل کزرع اخرج شطأہ
فآزرہ فاستغلظ فاستوی علی سوقہ یعجب
الزراع لیغیظ بھم الکفار وعد اللہ
الذین آمنوا وعملوا الصلحت منھم
مغفرۃ واجرا عظیما الآیۃ۔

کے ساتھ ہیں۔ کفار پر سخت ہیں آپس
میں رحم دل ہیں تو انہیں دیکھے گا۔ کہ
رکوع و سجود کر رہے ہیں۔ اللہ کا
فضل اور اُس کی خوشنودی چاہتے ہیں
ان کی شناخت ان کے چہروں میں سجدہ
کا نشان ہے۔ یہی وصف ان کا توراۃ
میں ہے۔ اور انجیل میں ان کا وصف
ہے مثل اس کھیتی کے جس نے اپنی
سوئی نکالی پھر اسے قوی مضبوط کر
دیا۔ پھر موٹی ہو گئی پھر اپنے تنہ پر کھڑی ہو گئی اور کسانوں کو خوش کرنے لگی۔ تاکہ اللہ ان کی وجہ سے کفار کو غصہ دلائے۔ اللہ نے ان میں سے ایمانداروں اور نیک کام کرنے والے کے لئے بخشش اور اجر عظیم کا وعدہ کیا ہے۔ (پارہ ۲۶ الفتح رکوع ۴)

خداوند کریم نے اتنی پاکی اور صفائی صحابہ کرام کی بیان کی۔ مغفرت و اجر عظیم کا وعدہ کیا گیا۔ اور پھر حضرت صدیق و حضرت فاروق جیسی معیت کہ زندگی میں بھی ساتھ رہے۔ اور روضۂ مبارک کے حجرہ طیبہ میں قبریں بھی آپ کے ساتھ ہیں۔ اور والذین معہ کے مصداق بعد الموت بھی ہیں۔

بخاری شریف کی حدیث میں ہے۔ کہ جنگ اُحد میں ابوسفیان لڑ رہا تھا۔ کسی نے افواہ پھیلائی حضورؐ شہید کر دیے گئے۔ ابوسفیان کو معلوم ہوا تو پکار کر پوچھا افیکم محمد؟ کیا تم میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) موجود ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا

جواب مت دو۔ پھر ابوسفیان نے پکارا افیکم ابوبکر۔ حضورؐ نے پھر جواب دینے سے منع کیا۔ ابوسفیان نے جواب نہ پاکر پھر پکارا کہ افیکم عمرؓ۔ گویا حضورؐ کے ساتھ ان کی رفاقت و معیت ایسی ظاہر بات تھی۔ کہ مسلمانوں کو چھوڑ کر غیر مسلم اور دشمنوں کو بھی معلوم تھی۔

ایک دفعہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ ایک ہاتھ ابوبکرؓ کے ہاتھ میں اور دوسرا ہاتھ حضرت عمرؓ کے ہاتھ میں ڈالے ہوئے مسجد میں داخل ہوئے۔ پھر ارشاد فرمایا۔ کہ جس طرح دنیا میں ہمارا ساتھ ہے۔ آخرت میں بھی اور جنت میں بھی ہماری آپس میں رفاقت ہو گی[1] والذین معہ اشداء علی الکفار رحماء بینھم۔ کافروں کے مقابلہ میں سخت ہیں۔ مگر آپس میں ایک دوسرے سے قربان ہونے والے ہیں۔ محبت کرنے والے ہیں۔ تو قرآن یہ دعوٰی کرتا ہے۔ اور یہاں کیا کچھ کہا جا رہا ہے۔ مدعی سُست گواہ چُست

---

[1] وعن ابن عمرؓ ان النبی علیہ السلام خرج ذات یوم ودخل المسجد وابوبکر وعمر احدھما عن یمینہ والآخر عن شمالہ وھو آخذ بایدیھما فقال ھکذا نبعث یوم القیامۃ رواہ الترمذی ۱۲۔ وللہ در الصحابی الجلیل سیدنا علیؓ حیث خاطب عمر حین وضع للغسل علی سریرہ فقال یرحمک اللہ انی لارجوا ان یجعلک اللہ مع صاحبیک۔ لانی کثیرا ما کنت اسمع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول کنت وابوبکر وعمر۔ وفعلت وابوبکر وعمر۔ وانطلقت وابوبکر وعمر۔ ودخلت وابوبکر وعمر۔ وخرجت وابوبکر وعمر۔ (بخاری ومسلم بروایۃ ابن عباسؓ) ۱۲ مرام غفرلہ

والاقعہ ہے ——— !

شیخین رض کی خلافت پر حضرت علی رض کی رضامندی

آج کہا جاتا ہے۔ کہ صحابہ کرام کے درمیان اور خلفائے راشدین کے درمیان بغض وعداوت تھی کیا یہ ہو سکتا ہے۔ کہ حضرت علی رض شیخین رض کی خلافت پر ناراضگی کے باوجود خاموش ہو کر بیٹھے رہتے۔ بلکہ الٹا ان کے ساتھ تعلقات رکھتے اُن کے ساتھ رشتے ناطے کرتے حضرت علی رض حضرت حسین رض

لہ والعجب من ہولاء القوم الذین مسخوا الحقیقۃ واعرضوا عن الحق الصریح فاخترعوا ما اخترعوا والحال ان سیدنا علی المرتضیٰ ما صرح ولا کنّیٰ فی حین من الاحیان بابطال الشیخین فی خلافتہما او تجاوزہم الحق بل کان یعترف ویصاح بفضلہما وحبّہما ویُعلن بمزایاہما فی ایام خلافتہ الی ان تواترت آثارہ فی ذلک کما نعق الامام ولی اللہ الدہلوی فی قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین - والحق ان الکتاب لم یصنّف فی ھذا الباب مثلہ فقال .....

مرتضیٰ در ایام خلافت خود در مجالس متعددہ افضلیت شیخین را بہ ترتیب بیان نمود وجمعی راکہ دریں مسئلہ ظن فاسد داشتند زجر فرمود وفقہائے صحابہ حاضر بودند واز کسی منعی واعتراضی ظاہر نشد وایں آثار بحد تواتر رسیدہ اند ص۲ ثم قال بلکہ بمرتبہ کہ نصف وثلث آں تواتر باشد وبحقیقت ایں مسئلہ را بہتر از خاتم الخلفاء رض کسی تقریر نکرد و اعتماد کل اہل سنت دریں مسئلہ بر تصریحات اوست ص۳۰

فمن اقوال علی رض ومعترفاتہ قولہ رض خیر ہذہ الامۃ ابوبکر ثم عمر رض ثبت بروایات

(باقی صفحہ ۴۹ پر)

کے والد ماجد تھے۔ جلیل القدر صحابی ان کی شجاعت وحمیّت اور غیرت ایمانی ضرب المثل تھی۔ اسد اللہ تھے۔ شجاعت اور بہادری کے جوجوہر حضرت حسین رض میں موجود تھے یقیناً اس سے ہزار چند قوت وشجاعت والد میں زیادہ اور بدرجۂ اتم موجود تھی۔

(صفحہ ۴۸ سے آگے) کثیرۃ عن محمد بن الحنیفۃ وحدیث ابی جحیفۃ قال علی ان افضل ہذہ الامۃ بعد نبیّہا ابوبکر وبعدہ عمر وبعدہما آخر ثالث ولم یسمّہ اخرجہ احمد وکذالک فی حدیث عون بن ابی جحیفۃ وعلقمۃ وعبد الملک بن میسرۃ والمسیّب وعبد الخیر وعبد الملک بن سلع وعبد اللہ بن سلمۃ وغیرہم بطرق مختلفۃ ما یکفی للتواتر۔ وکذلک عن صعصعۃ قال خطبنا علی رض حین ضربہ ابن ملجم فقلنا یا امیر المومنین استخلف علینا فقال اترککم کما ترکنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم قلنا یا رسول اللہ استخلف علینا فقال ان یعلم اللہ فیکم خیراً یولّ علیکم خیارکم قال علی فعلم اللہ فینا خیراً فولّی ابابکر (اخرجہ الحاکم) ومن جملۃ ذلک تعزیرہ من ینکر عن فضلیۃ الشیخین قال علی لا یفضلنی احدٌ علی ابی بکر وعمر الّا جلدتہ حدّ المفتری (اخرجہ ابو عمر فی الاستیعاب) وکذا روایۃ علی رض حدیث ابی بکر وعمر سیدّا کہول اہل الجنۃ "عن النبی علیہ السلام۔ ومما یدل علی حبّ علی ایاہما تسمیتہ اولادہ باسمائہما وقولہ رض رحم اللہ ابابکر جمع القرآن وحمل رسول اللہ کما فی الہجرۃ نوّر اللہ قبر عمر کما نوّر مساجدنا وقولہ ان عمر کان رشید الامر۔ وتزویج علی ابنتہا ام کلثوم مع عمر کما بسطنا الکلام فی ذلک فی موضع آخر۔ وکذلک تواترت آثار اہل بیتہ فی حق الشیخین کاقوال حسن بن علی۔

(باقی صفحہ ۵۰ پر)

اور یزید نہ فرانسیسی تھا نہ جرمنی نہ ہندو نہ یورپی بلکہ مسلمانی کا دعویٰ کرتا۔ اور مسلمان کہلاتا تھا۔ مگر جب حضرت حسین نے دیکھا کہ ایک نااہل اٹھتا ہے اور ایک غلط سنت کی بنیاد رکھ کر خلافت عظمیٰ کے مسند پر بیٹھتا ہے۔ تو

(حاشیہ صفحہ ۴۹ سے آگے) وزين العابدين وزيد الشهيد وجعفر بن محمد واقوال ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنهم اجمعين فالحق ان الصحابة وسائر التابعين لاسيما علی واهل بيته اجمعوا دلالةً وصراحةً على فضيلة الشيخين ومن شاء المزيد فليراجع الى المطولات۔

واما ما اشتهر عن الشيعة ان تخلف علی وإباءه عن بيعة ابی بكر رضی اللہ عنه فمكابرة وتسامح عن الامر الحق الثابت بالدلائل الواضحة فی هذا الباب۔ ان الامام المرتضیٰ ما تخلف قط سخطاً عن بيعته بل بايع على يديه عند البيعة الاولى البيعة العامة لاستخلاف ابی بكر وما فی بعض الروايات ان علياً بايع بعد ستة اشهر فمما قال عنه البداية والروايات القوية فمنها ما رواه الحاكم فی المستدرك عن ابی سعيد الخدری بعد ذكر بعض احوال واقعة السقيفة فقال فلما قعد ابوبكر على المنبر نظر فی وجوه القوم فلم ير علياً فسال عنه فقام ناس من الانصار فاتوا به فقال ابوبكر ابن عم رسول اللہ صلی اللہ عليه وسلم وختنه اردت ان تشق عصا المسلمين فقال لا تثريب يا خليفة رسول اللہ صلی اللہ عليه وسلم فبايعه هذا حديث صحيح على شرط الشيخين ولم يخرجاه (المستدرك الحاكم ج ۳ ص ۷۶) وفی تلك الرواية عن ابی سعيد الخدری قول علی والزبيرؓ۔ (باقی صفحہ ۵۱ پر)

حضرت حسینؓ نے احقاق حق کے لئے مال وجان کی قربانی دی۔ تو باپ تو بہرحال زیادہ بہادر اور شجاع تھے۔ اگر خدانخواستہ حضرت صدیقؓ وحضرت عمرؓ حق سے ذرہ برابر ہٹتے اور خاکم بدہن امر خلافت کیلئے نااہل ہوتے تو حضرت علی کو

(حاشیہ صفحہ ۵۰ سے آگے) ما غضبنا الا لانا قد اخرنا من المشاورة وانا نرى ابابكر احق الناس بعد رسول اللہ صلی اللہ عليه وسلم انه لصاحب الغار وثانی اثنين وانا لنعلم بشرفه وكبره ولقد امره رسول اللہ صلی اللہ عليه وسلم بالصلوة بالناس وهو حیٌّ (المستدرك ج ۳ ص ۶۶) وفی ابن سعد عن الحسن قال علی يوماً لما توفی رسول اللہ صلی اللہ عليه وسلم فتفكرنا فی امر الخلافة فوجدنا ابابكر قد خلفه رسول اللہ فی امر الصلوة فرضينا الامر دنيانا (ای الخلافة) بمن رضی له النبی عليه السلام فی امر ديننا وقدمنا ابابكر الخلافة واستخلفناه (ابن سعد تذكرة ابوبكر) فالحق ما قاله الحافظ ابن الحجر بعد ذكر رواية المستدرك وجمع غيره بانه بايعه بيعة ثانية مؤكدة للاولى لازالة ما كان وقع بسبب الميراث كما تقدم وعلى هذا! قول الزهری لم يبايعه علی فی تلك الايام على ارادة الملازمة له والحضور عنده وما اشبه ذلك فان فی انقطاع مثله عن مثله ما يوهم من لا يعرف باطن الامر انه بسبب عدم الرضا بخلافته فاطلق من اطلق ذلك وبسبب ذلك اظهر علی المبايعة التی بعد موت فاطمة عليها السلام لازالة هذه الشبهة (فتح البارى ج ۷ ص ۳۷۹) وقد اوضح المحقق الشهير الحافظ ابن كثير المتوفى ۷۷۴ھ بعد نقل رواية ابی سعيد الخدری فقال وهذا اللائق بعلی رضی اللہ عنه (باقی صفحہ ۵۲ پر)

سب سے پہلے حضرت ابوبکر و عمرؓ کے مقابلہ میں کھڑا ہونا چاہئے تھا۔ اگر وہ اہل نہ تھے تو پھر حضرت علیؓ نے ایک امر باطل کو دیکھتے ہوئے کیوں خاموشی اختیار کی؟ جس باپ کا فرزند اتنا بہادر، شجاع اور اسلام کے لئے سربکف مجاہد ہو۔ کیا وہ خود ایک ناجائز امر کو دیکھتے ہوئے خاموش رہ سکتا ہے؟ اس بہادر کا بیٹا

(حاشیہ صفحہ ۵۱ سے آگے) والذی یدل علیہ الآثار من شہودہ معہ الصلوٰۃ وخروجہ معہ الی ذی القصۃ بعد موت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کما سنوردہ وبذلہ لہ النصیحۃ والمشورۃ بین یدیہ (البدایۃ والنھایۃ ج ۶ ص ۳۰۲) ثم قال توجیھًا لروایۃ بیعۃ علی بعد وفاۃ فاطمۃؓ۔ واما ما یاتی من مبایعتہ ایاہ بعد موت فاطمۃ وقد ماتت بعد ابیھا علیہ السلام بستۃ اشھر فذلک محمولٌ علی انھا بیعۃ ثانیۃ ازالت ما کان قد وقع من وحشۃ بسبب الکلام فی المیراث (البدایۃ ج ۶ ص ۳۰۲) قال الامام القرطبیؒ من تامل ما دار بین ابی بکر وعلی من المعاتبۃ ومن الاعتذار وما تضمن ذلک من الانصاف عرف ان بعضھم کان یعترف بفضل الآخر وان قلوبھم کانت متفقۃ علی الاحترام والمحبۃ وان کان الطبع البشری قد یغلب احیانًا لکن الدیانۃ ترد ذلک واللہ الموفق — (فتح الباری ج ۷ ص ۳۷۹) اقول ولو ثبت علی سبیل الفرض تخلفہ عن البیعۃ فلا یحمل التخلف علی سخط بل ھو اعتذر بنفسہ کما قال المازریؒ العذر لعلی فی تخلفہ مع ما اعتذر ھو بہ انہ یکفی فی بیعۃ الامام ان یقع من اھل الحل والعقد ولا یجب الاستیعاب ولا یلزم کل احد ان یحضر

(باقی صفحہ ۵۳ پر)

ہزاروں کے مقابلے میں اکیلا لڑتا ہے۔ کوئی پرواہ اور کوئی جھجک نہیں۔ ع

اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد

خود کٹ مرجاتا ہے۔ مگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سنّت زندہ رہے۔ مگر اس جیسے بہادر بیٹے کا باپ حضرت علی اپنی بیٹی ام کلثوم کی شادی حضرت عمرؓ سے کرتا ہے۔ اب یہ لوگ کہتے ہیں۔ کہ حضرت علیؓ نے تقیہ سے کام لیا۔ دو چیزیں ان لوگوں کے ہاں اہم عبادات میں سے ہیں۔ ایک "تقیہ" اور ایک "متعہ"[1] تو کہتے ہیں کہ تقیہ فرض ہے۔

(حاشیہ صفحہ ۵۲ سے آگے) عندہ ویضع یدہ فی یدہ بل یکفی التزام طاعتہ والانقیاد لہ بان لا یخالفہ ولا یشق العصا علیہ وھذا کان حال علی لم یقع منہ الا التاخر عن الحضور عند ابی بکر وقد ذکرت سبب ذلک (فتح الباری ج ۷ ص ۳۷۸) وھذا القدر کاف لمن یری الامور بعین الحقیقۃ وامر الجاھل العنید مفوّض الی اللہ واللہ یھدی من یشاء ۔ سمیع الحق غفرلہ

[1] والمتعۃ من المسائل اللتی تھتم بھا السبائیۃ وھو من اقبح صور الزنا وافحشھا وداخلۃ فیھا حسب قولہ تعالیٰ الا علی ازواجھم او ما ملکت ایمانھم فانھم غیر ملومین الآیۃ۔ وقولہ تعالیٰ محصنٰت غیر مسٰفحٰت ولا متخذات اخدان (پ ۵ النساء) والاسف بانھم لم یکتفوا باباحتھا بل توغلوا فی فضائلھا وصنعوا فی ذلک آثارًا من الائمۃ حتی قالوا من لم یتمتع بالنساء جاء یوم القیامۃ مجدوع الانف والاذنین ومن فعلھا فقد فاز بمنزلۃ حسینؓ ومن فعلھا مرتین نحو کالحسن فی الدرجۃ الی غیر ذلک من الھفوات ما نطوی عن ذکرھا وافتروا فی تعالیھا

(باقی صفحہ ۵۴ پر)

اور حضرت علیؓ نے خاموشی سے کام لے کر تقیہ فرمایا اور ایک فرض پورا کیا۔ مگر جب اُن سے پوچھا جائے۔ کہ حضرت حسینؓ نے کیوں تقیہ نہیں کیا۔ بلکہ ایک باطل کے مقابلہ کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے اور معاذ اللہ تارک فرض ہوئے۔ تو پھر ان سے جواب نہیں پڑتا اور ان کے اہل علم آپس میں کاناپوسی کرتے ہیں۔ کہ حضرت حسینؓ بھی واقعی تارک فرض ہوئے اور پھر خود ان کے پیچھے پڑ جاتے ہیں۔[1]

حضرت حسنؓ کی مصالحت

آج یہ لوگ حضرت حسنؓ کا نام نہیں لیتے بلکہ اُن کو تو نسیاً منسیا کر دیا ہے۔ اس لئے کہ انہوں نے حضرت معاویہؓ کے ساتھ مصالحت کی حالانکہ وہ بھی زہر سے شہید ہوئے ہیں۔ اور شہادت کا مقام حاصل کر چکے ہیں۔ حضورؐ نے ایک دفعہ خطبہ کے دوران حضرت حسنؓ کو گود میں اٹھایا جب کہ وہ بچے تھے۔ اور فرمایا کہ اس کی برکت سے خدا لاکھوں مسلمانوں کو لڑائی اور باہمی جنگ و جدال سے بچائے گا۔[2] اتنے بڑے مقام اور درجے کے صحابی مگر یہ لوگ ان کا نام نہیں لیتے۔ کیا یہ اہل بیت میں داخل نہیں؟ حضرت حسینؓ اعلانِ حق کے لئے کھڑے ہوئے۔ جیسا کہ ضروری تھا۔ تو پھر حضرت علی نے شیخین کے مقابلے میں کیوں خاموشی اختیار کی؟ گویا دوسرے الفاظ میں معاذ اللہ خاکم بدہن اُس شیر خدا نے بزدلی کی اور تقیہ سے

(حاشیہ صفحہ ۵۲ سے آگے) علی الامام البار الجعفر الصادق والامام عن مفتریاتھم القبیحة بریٔ۔ انظروا کتابھم تھذیب الاحکام ۲ سمیع۔

۱؎ (ضمیمہ صفحہ ۹ پر دیکھئے) ۲؎ ضمیمہ صفحہ ۹۲ پر دیکھئے۔

کام لیا۔ ظاہر ہے۔ کہ ایک شخص خلافت کا مستحق نہیں۔ مگر وہ جبر اور زور سے اس مسند پر بیٹھ جائے تو وہ ڈاکو اور باغی ہے۔ مگر حضرت علیؓ نے مزاحمت نہ کی اور ان کے زمانہ خلافت میں پوری اطاعت اور فرمانبرداری کی بلکہ حضرت صدیقؓ کے عہد خلافت میں مسیلمہ کذّاب کے ساتھ لڑائی ہوئی اور مالِ غنیمت میں باندیاں آئیں۔

حضرت علیؓ نے حضرت صدیقؓ کی پیش کردہ باندی کو قبول کیا

ایک باندی حنیفیہ کے نام سے تھی حضرت ابوبکرؓ نے حنیفیہ کو حضرت علیؓ کی خدمت میں پیش کیا۔ حضرت علیؓ نے یہ پیشکش قبول فرمائی۔ اس باندی سے حضرت علیؓ کے ایک صاحبزادے پیدا ہوئے جو محمد بن حنفیہؒ کے نام سے مشہور ہوئے۔ مشہور و معروف عالم ہیں۔

تو اگر حضرت ابوبکرؓ کی خلافت حضرت علیؓ کے نزدیک صحیح و درست نہ ہوتی تو وہ باندی رکھنا آپ کو کیسے درست تھا؟ حضرت علیؓ کا یقین اور اعتقاد تھا۔

حضرت عمرؓ کے ساتھ رشتہ

کہ حضرت صدیقؓ کی خلافت حق پر ہے۔ اس طرح حضرت عمرؓ کو اپنی دامادی کا شرف بخشا۔ حضورؐ نے فرمایا۔ کہ قیامت کے دن تمام رشتے منقطع ہو جائیں گے۔ سوائے میرے رشتے کے۔ کہ میرے ساتھ جن کا رشتہ ہے وہ نہیں کٹے گا۔

ارشادِ خداوندی ہے:

یوم یفر المرء من اخیه وامه وابیه	جس دن کہ بھاگے گا مرد اپنے بھائی سے
وصاحبته وبنیه لکل امرء منهم	اور اپنی ماں اور اپنے باپ سے اور اپنی
یومئذ شأن یغنیه.	ساتھ والی (بیوی) سے اور اپنے بیٹوں

۳؎ نیز ملاحظہ ہو مولانا محمد قاسم نانوتوی کا مکتوب ضمیمہ صفحہ ۔۔ پر

سے برمرد کو اس دن ان میں سے ایک فکر لگا ہوا ہو گا جو اس کے لئے کافی ہے۔

خداوند کریم ہم سب کا روحانی رشتہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قائم و دائم رکھے۔ آمین۔

یہاں رشتہ سے عام رشتہ مراد ہے۔ خواہ جسمانی ہو یا روحانی نبی کریمؐ اپنی اُمت کے روحانی والد ہیں۔ بشرطیکہ اُمتی ناخلف وارث نہ بنیں۔ تو حضرت عمرؓ نے جب یہ حدیث سُنی کہ قیامت کے دن صرف میرا رشتہ قائم رہے گا۔ تو خاندانی رشتہ کی سعادت بھی حاصل کرنے کی خاطر حضرت علیؓ سے درخواست کی کہ حضرت فاطمۃ الزہراء کی صاحبزادی ام کلثوم کا رشتہ میرے ساتھ کر دیجئے کہ یہ مبارک رشتہ قیامت کے دن میرے کام آسکے[1]۔ اب تو یار لوگوں نے سرے سے اس رشتہ سے انکار کر دیا۔ مجھے اگلے دنوں ایک سفر کے سلسلے میں ملتان جانا ہوا۔ ایک مولوی صاحب نے ایک کتاب دکھائی سو سو۔ دو دو سو صفحات کے بعد بار بار ۹۶،، کا صفحہ اس میں لگا ہوا تھا۔ پوچھنے پر معلوم ہوا کہ اصل کتاب میں چونکہ اس صفحہ پر حضرت عمرؓ کے ساتھ ام کلثوم کے نکاح کا حال لکھا تھا۔ تو اب اس مضمون کو صفحہ ۹۶ سے ہٹا کر الگ صفحات چھپوا دئے گئے اور اگر کسی نے اس صفحہ کا حوالہ دیا تو جھٹ نکال کر کتاب آگے رکھ دی کہ اس صفحہ پر تو کچھ نہیں لکھا۔ گویا اتنے دھوکے اور فریب میں یہ مذہب چل رہا ہے۔ تو صحیح بات وہی ہے۔ جو خداوند کریم نے ارشاد فرمائی کہ رحماءُ بینھمُ کہ تمام صحابہ آپس میں مہربان اور مشفق جان نثار

---

[1] (حاشیہ ضمیمہ ص ۹۷ پر دیکھئے)

دوست تھے۔ اور یہ حقیقت ہے کہ حضرت علیؓ شیخین کی خلافت پر مکمل راضی تھے اہل سنت والجماعۃ کا یہ عقیدہ ہے۔ اور یہ بالکل بے غبار ہے۔ صحابہ پر آج ہم تنقیدیں کرتے ہیں حضورؐ نے فرمایا: اللہ اللہ فی اصحابی لا تتخذوھم من بعدی غرضا۔ میرے صحابہ کے بارہ میں خدا سے ڈرتے رہو کہیں انہیں سب و شتم اور تنقید کا نشانہ نہ بنا لینا۔

صحابہؓ کرام کا عشق و محبت

انہوں نے اسلام کی خدمت کی ان کی رگ رگ میں حضورؐ کے ساتھ عشق و محبت بھرا ہوا تھا۔ تو حضورؐ نے فرمایا کہ جن کی میرے ساتھ محبت ہے۔ تو وہ میرے دوستوں کے ساتھ بھی ضرور محبت کریں گے۔ ارے بھائی مجنوں سے عشق سیکھو۔ عشق کے جذبہ اور محبت میں لیلیٰ کے کتوں کو گود میں بٹھاتا۔ انہیں چومتا اور پیار کرتا۔ وہ تو لیلیٰ کے در و دیوار کو چومتا ہے۔ اور کہتا ہے کہ ؎

امر علی الدیار دیار لیلیٰ — واقبل ذا الجدار و ذا الجدار

وما حب الدیار شغفن قلبی — ولکن حب من سکن الدیار

تو جن صحابہ کرام نے حضورؐ پر مال و جان قربان کیا ہم ان کے ساتھ محبت نہ کریں گے اور بغض و نفرت اور ان پر تبرا کریں گے جو شخص پاکستان کو دل و جان سے مانتا ہے۔ اور اسے پسند کرتا ہے۔ تو ضرور اس کے ملازمین اور فوج سے بھی محبت کرے گا۔ اور اگر باغی ہو تو نفرت کرے گا۔

آج کل عجب تماشہ ہے۔ ایک طرف عشق رسولؐ کا دعویٰ اور دوسری طرف ایک ایک صحابی پر تنقیدیں کی جا رہی ہیں۔ گویا معاذ اللہ حضورؐ اپنے جان نثاروں کی

بھی اصلاح نہ کر سکے ؟ کتنا بڑا زد پہنچتا ہے۔

حضرت حسینؓ کے جذبہ جہاد اور شہادت کی وجوہات

اب میں مختصراً آپ کے سامنے حضرت حسینؓ[1] کے جذبۂ قربانی اور بہادری و شجاعت کے ساتھ شہادت حاصل کرنے اور مال وجان قربان کرنے کے اسباب بیان کرتا ہوں دراصل اسلام سے پہلے ایام جاہلیت میں اپنی جگہ اپنے بیٹے اور پوتے کو اپنا جانشین بنانے کا طریقہ کسرویت اور قیصریت کا طریقہ تھا۔ اسلام نے جس طرح زندگی کے دوسرے شعبوں کی اصلاح کی۔ اسی طرح جاہلیت کی اس غلط رسم کی بھی شدت سے مخالفت وتردید کی۔ یہ ٹھیک ہے۔ کہ حضرت علیؓ اور حضرت حسینؓ بھی آپ کے وصال کے بعد خلافت کے اہل تھے۔ اور بہت اچھی طرح اس کی ذمہ داریوں کو نباہ سکتے تھے۔ مگر حضورؐ جاہلی رسومات کو مٹانے کے لئے مبعوث تھے۔ وہ خود اس رسم کو کس طرح برقرار رکھ سکتے تھے۔ یہ چیز جمہوریت کے خلاف تھی۔ آج ہر طرف سے اعتراضات کئے جاتے۔ کہ حضورؐ نے اپنے خاندان میں خلافت محدود کر کے جمہوریت کے خلاف کام کیا۔ اور خلافت کو شہزادیت بنا کر چھوڑا تو حضورؐ نے یہ مسئلہ قوم کے سامنے چھوڑ دیا۔ اور خاندانی شخصیت کی جڑ کاٹ

---

[1] من مآثرہ الجمیلۃ ومزایاہ ما تواترت ونقتصر من ذکرھا ببعض فمنھا قول النبی علیہ السلام حسینٌ منی وانا من حسین احب اللہ من احب حسینا حسینٌ سبط من الاسباط (ترمذی) وھو شقیقۃ الاکبر سیدا شباب اھل الجنۃ وریحانتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ — صحیح —

ڈالی کہ قوم کو جو مناسب معلوم ہو اُسے خلیفہ چُن لیں۔ وہ قوم ایسی تھی۔ کہ جب اُن سے استصواب کر لیا جائے گا۔ تو وہ اپنی خدا ترسی کی وجہ سے لامحالہ سب سے زیادہ پرہیزگار متقی اور مستحق خلافت شخص کو ووٹ دیکر اسے منتخب کریں گے۔ اس کے ساتھ ساتھ حضرت صدیق کی خلافت وجانشینی کے بارہ میں اشارات بھی فرما دئے صراحت نہ فرمائی تو اس میں بڑی حکمتیں تھیں۔ ایک یہ کہ شخصیت میں خلافت کو محدود کرنے کا الزام نہ آئے اور آگے یہ سلسلہ جاہلیت کے طور طریقوں پر نہ چل جائے۔

خلافت کی بنیاد وراثت پر نہیں

اگر کوئی وارث ہونے اور خاندان میں شامل ہونے کی وجہ سے خلافت کا مستحق بن سکتا تو خاندان میں حضرت عباسؓ موجود تھے۔ جو حضورؐ کے چچا تھے اور وصال کے وقت زندہ تھے۔ اُن کو پھر خلافت کیوں نہیں دی گئی۔ حالانکہ حضرت علیؓ کی خلافت کے وقت بھی حضرت عباسؓ زندہ تھے۔ تو بہرحال اگر کسی وارث کو بھی خلافت سونپ دی جاتی تو آج سب اعتراض کرتے کہ اسلام نے ایک رسم جاہلیت برقرار رکھی۔ اسی طرح اگر وراثت کی وجہ سے استحقاق خلافت ہوتا تو خاندان میں حضرت فاطمۃ الزہراء بھی موجود تھی وراثت کے لحاظ سے سب سے پہلا درجہ اُس کا تھا۔ اس کے بعد دوسرے درجے میں حضرت عباسؓ تھے جو چچا ہیں۔ آج بھی وراثت کا یہی مسئلہ ہے۔ کہ لڑکی اور چچا کی موجودگی میں چچازاد بھائی کو میراث نہیں ملتا۔ گو حضورؐ کے ترکے میں میراث کا سلسلہ نہیں چلتا مگر جو لوگ رشتہ داری اور وراثت کی وجہ سے استحقاق خلافت ثابت کرتے ہیں۔ اُن کو یہی جواب دیا جا سکتا ہے۔ اور اگر خواہ مخواہ چچازاد بھائی کو

مستحق وراثت وخلافت قرار دیتے ہیں۔ تو حضورؐ کے دوسرے چچا زاد بھائی حضرت عبد اللہ بن عباس بھی موجود تھے۔ اور اگر ان لوگوں کا یہ استدلال مانا جائے کہ حضرت علی نے تینوں خلافتوں کے دوران تقیہ سے کام لیا تو سوال یہ ہے کہ جب خود حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ خلیفہ ہوئے تو حضرت عباسؓ موجود تھے جن کا درجہ رشتہ داری اور وراثت میں حضرت علیؓ سے اونچا تھا۔ تو حضرت علیؓ نے اس وقت تقیہ کیوں نہ فرمایا۔ اور خلافت ان کو کیوں نہ سونپی؟ تو اگر حق خلافت میراث سے ہے۔ تو پھر آج تک حضرت عباسؓ یا عبد اللہ بن عباس کا نام کیوں نہیں لیا جاتا۔ بہرحال ہمارا عقیدہ ہے۔ کہ حضرت علیؓ کو اپنے موقعہ پر خلافت ملی۔ اپنی قابلیت اور استحقاق کی وجہ سے ملی نہ کہ رشتہ داری کی وجہ سے اس سے قبل کسی نے ان کی حق تلفی نہیں کی وہ اپنے کمالات، شرافت ونجابت کی وجہ سے خلیفۃ المسلمین بنے۔ یہ لوگ چاہتے ہیں۔ کہ اسلام کو قیصریت و کسرویت بناکر اسے بدنام کر بیٹھیں۔ معاذ اللہ کیا یہ اسلام کی بدنامی ہوتی یا نیک نامی؟

حضورؐ نے خلافت تو کیا اپنی میراث میں بھی اتنی احتیاط برتی کہ اپنی اولاد اور خاندان کو میراث سے بھی محروم کر دیا۔ تاکہ کل کسی کو زبان درازی کا موقعہ نہ ملے۔ کہ حضورؐ نے سب کچھ قربانیاں اپنی اولاد کو امیر بنانے کے لئے کیں۔ ارشاد فرمایا نحن معاشر الانبیاء لانورث ماترکناہ صدقۃ الحدیث[1] ہم انبیاء کی جماعت

---

[1] وذلک الخبر متواتر لانہٗ رواہ الصدیق والفاروق وذوالنورین وسعد و

(باقی صفحہ ۶۱ پر)

میراث نہیں چھوڑتی۔ کوئی ہمارے ترکے کا وارث نہیں بنتا۔ بلکہ جو کچھ ہم نے چھوڑا وہ تمام اُمت کا حق اور امت کے بہبود کے لئے ہے علماء کرام نے اس کے کئی نکتے بیان کئے ہیں۔ ایک نکتہ یہ بھی ہے کہ تمام امت حضورؐ کی روحانی اولاد ہے۔ آج بھی اسیؔ کروڑ نام لیوا مسلمان حضورؐ کی روحانی ذریّت ہے۔ اور ان میں اکثر ایسے ہیں۔ جو ناموس رسالت پر جان قربان کرنے والے ہیں۔ اور حضور انہیں مال وجان سے زیادہ عزیز ہیں۔ النبیّ اولیٰ بالمؤمنین من انفسھم وازواجہ امھاتھم۔ تو حضورؐ اپنے ترکے کو اپنے خاندان میں محدود نہیں کرنا چاہتے تھے۔ گو حضورؐ نے معمولی ترکہ چھوڑا۔ مگر اسے بھی بیت المال بناکر تمام امت کو اس میں شریک کیا۔ تو جب معمولی میراث میں تمام امّت کو شریک کیا۔ تو خلافتِ عظمیٰ جیسی عظیم دولت اپنے خاندان میں کب محدود فرماتے آج کتنے لیڈر ہیں ابتدا میں غریب وفقیر چند دن جیل میں رہے اور قوم کی خدمت کے نعرے لگائے اور جھٹ وزارت وگورنری حاصل کی اور تمام خاندان مزے کرنے لگا۔ اگر پیغمبر بھی ایسا کرتے تو موجودہ لیڈروں میں اور ان میں کیا فرق رہتا۔

(حاشیہ صفحہ ۶۰ سے آگے) عبد الرحمان بن عوف وعائشۃ وابوھریرۃ وغیرھم من الصحابۃ بطرق متعددۃ وکذلک رواہ علی وعباس حیث قال لھما عمرؓ انشدکما اللہ تعالیٰ ھل تعلمان ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ذلک قالا نعم قد قال ذلک الحدیث وتصدیقھما کانھما رویا الحدیث علی ان ذلک القصۃ کانت بحضر من الصحابۃ ولم یرو من احدٍ اختلاف ولاردٌ ولانکیرٌ فذلک یوید تواتر الخبر بلاریب وریبۃ۔

حضورؐ نے اپنے خاندان کیلئے میراث بھی نہ چھوڑی

اگر خیبر و فدک کی زمینیں شیعہ حضرات کی خواہش و قول کے مطابق حضرت علیؓ و حضرت حسینؓ و حضرت حسنؓ کو دے دی جاتیں تو آج یہی مخالفین شور مچاتے کہ حضورؐ نے معاذ اللہ اتنی جدوجہد اور قربانیاں کر کے بالآخر اپنے خاندان اور اولاد کو دولتمند بنایا تو حضورؐ نے ان تمام غلط فہمیوں کی جڑیں کاٹ دیں۔ ورنہ حضورؐ حاکم اور متولی تھے۔ بلکہ مالک تھے۔ مگر نبی جو کچھ کرتا ہے، اللہ کے لئے کرتا ہے۔ تمام اُمّت کی بھلائی اور خیر خواہی کے لئے کرتا ہے۔ ان اجری الاعلی ربّ العالمین۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مکی زندگی اور پھر مدنی زندگی کو بھی دیکھئے کس شان سے زندگی گذاری۔ تمام ملک پر سلطنت حاصل ہوئی۔ لاکھوں جریب زمین تصرف میں آئی۔ مگر وصال کے وقت ذرۂ مبارک ایک یہودی کے ہاں چند صاع جَو میں گروی تھی۔

ازواجِ مطہرات اور اہل بیت نے فاقوں پر فاقے گذارے حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں۔ کہ بسا اوقات مہینہ مہینہ تک گھر میں چولہے سے دھواں تک نہ اُٹھتا

حضورؐ کی فقر و قناعت اور للھیت

حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا حضورؐ کی لخت جگر ہیں۔ گھر کا کام کاج کرتے ہاتھوں میں چھالے پڑ گئے۔ اور جب ایک موقعہ پر مالِ غنیمت میں باندیاں آئیں تو حضرت فاطمۃ نے بھی استدعا کی۔ مگر حضورؐ اسے اجر آخرت اور قناعت و صبر کی تلقین فرماتے ہیں[1] اپنے

[1] (اگلے صفحہ ٦٣ پر دیکھئے)

وارثوں کے لئے ایک پائی بھی نہ چھوڑی۔ رسولِ کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان اتنی پاک و صاف اور زندگی اتنی بے داغ ہے۔ مگر اب اسلام اور اہل بیت کے عشق کے رنگ میں اسلام اور حضورؐ کی شان گھٹانے کی کوششیں کی جا رہی ہیں۔ اور اس کے لئے کیا کیا طریقے سوچے گئے۔ علماء حق نے ہر زمانہ میں اس کی قلعی کھولی اور رافضیت کی حضرت شاہ عبدالعزیز علیہ الرحمۃ نے اپنے وقت میں خوب مقابلہ کیا۔ ان کی کتاب تحفۂ اثنا عشریہ دیکھئے آپ کو عجیب و غریب انکشافات ہو جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے حضورؐ کی شان کو ہر طرح بلند و ارفع بنا دیا اور آپ کی حیات مقدسہ کو ہر قسم کے داغوں سے پاک کر کے رکھ دیا۔ تاکہ مخالفین کو انگلی اٹھانے کا موقعہ نہ ملے ورنہ وہی قیصریت و کسرویت کی صورت بن جاتی۔ آج ملک الزبتھ خاندانی نام سے سلطنت کر رہی ہے۔ یہ لوگ اسلام کو بھی یورپ کے شاہی خاندان کی رسوماتِ جاہلیت کی طرح بدنام کرنا چاہتے ہیں۔ بہر تقدیر حضورؐ کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ خلیفہ بنے۔ جب وہ دنیا سے تشریف لے جا رہے تھے۔ تو نہ اپنے خاندان کے کسی فرد کو خلافت سونپی نہ اپنے بیٹوں کو

(حاشیہ صفحہ ٦٢) [1] وعن علی قال لھا النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ اتقی اللہ یا فاطمہ وادّی فریضۃ ربّک واعملی عمل اھلک واذا اخذت مضجعک فسبّحی ثلثًا وثلاثین واحمدی ثلاثا وثلثین وکبرّی اربعًا وثلاثین فذلک مائۃ ھی خیرٌ لک من خادم۔ الحدیث فاجابت رضیت من اللہ ومن رسولہ صلعم وقال علی ولم یخدمھا والحدیث اخرجہٗ الصحاح غیر النسائی بسندٍ جیّدٍ

خلفاء راشدین کا طرزِ عمل اور سنت کی پیروی

جانشین بنایا۔ ورنہ قابل و لائق فرزند حضرت عبدالرحمان بن ابی بکرؓ، حضرت محمد بن ابی بکرؓ موجود تھے۔ مگر حضرت عمرؓ کو اہل ترین سمجھ کر یہ عظیم ذمہ داری استحقاق و قابلیت کی بنا پر سپرد کی۔ حضرت عمرؓ نے بھی وصال کے وقت خلیفہ کے انتخاب کا معاملہ ایک مجلس کو سپرد کیا جن میں عشرہ مبشرہ کے ۶ افراد شامل تھے۔ حالانکہ عبداللہ بن عمرؓ جیسے متبع سنت عالم و فاضل بزرگ و متقی قابل فرزند موجود تھے۔ خود حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو بھی اس مجلس میں نامزد کر دیا تھا۔ اور اپنے بیٹے کے بارہ میں یہاں تک وصیت کی کہ گو اُسے مشورہ میں شریک کر لیا جائے۔ مگر اس کو رائے دینے کا حق نہ ہوگا۔ اتنی احتیاط۔ اگر حضرت عمرؓ کو خلافت کا اتنا شوق ہوتا۔ کہ خواہ مخواہ ناجائز طریقہ سے خلافت پر قبضہ جمائے بیٹھے تھے۔ تو اپنے بیٹے کو خلیفہ نامزد کر دیتے۔ پھر ان کے بعد حضرت عثمانؓ خلیفہ منتخب ہوئے تو انہوں نے بھی اپنی زندگی میں اپنے بیٹے کو خلیفہ نہیں بنایا۔ اسی طرح جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ پر ابن ملجم لعین نے حملہ کیا تب بھی آپ نے خلافت کے لئے اپنے کسی بیٹے کا نام نہ لیا۔ سب نے حضورؐ کے اس اسوۂ حسنہ کو سامنے رکھا اور اس کی شدت سے پیروی کی۔ اب جب حضرت معاویہؓ کی حکومت کا دور آیا تو یزید کے دل میں امارت کی خواہشات[1] پیدا ہوئیں۔ حالات بدل چکے تھے۔ حضرت امیر معاویہؓ

[1] حضرت شیخنا الامام مولانا حسین احمد مدنی قدس سرہ مکتوبات میں امارت یزید کے بارہ میں فرماتے ہیں: اس کے متعلق (یعنی یزید کی امارت کیلئے حضرت معاویہؓ کی کوشش) کہ آیا ایسی

(باقی صفحہ ۶۵ پر)

نے یزید کی اصلاح اعمال اور اصلاح اخلاق کے لئے تمام ممکن کوششیں کیں۔ حضرت معاویہؓ کی وفات کے بعد یزید تخت پر براجمان ہوا۔ کہ جب میرے والد خلیفہ تھے تو میرا بھی حق ہے۔ جب حضرت حسینؓ نے دیکھا کہ جو سنت حضورؐ کے زمانے سے چلی آ رہی ہے۔ یزید اس کو مٹا رہا ہے۔ خلفاء راشدین کے اسوۂ حسنہ کے خلاف ایک نئی بدعت رائج کر رہا ہے۔ تو میدان میں کود پڑے

حضرت حسینؓ حفاظتِ سنتِ نبوی کی خاطر شہید ہوئے

تو حضرت حسینؓ کی جدوجہد اپنے لئے حکومت و خلافت حاصل کرنے کے لئے نہ تھی۔ بلکہ انہوں نے صاف فرما دیا۔ کہ قیصریت و کسرائیت کا طریقہ عجم اور کفار کا طریقہ اسلام

(حاشیہ صفحہ ۶۴ سے آگے) مستند تاریخی روایات موجود ہیں۔ جن کو ان روایات صحیحہ اور نصوص قرآنیہ کے مقابل لایا جا سکے جو کہ علو شان صحابہ کرام پر دلالت کرتی ہیں؟ یقیناً ایسی روایات نہیں ہیں۔ اس لئے کیوں نہ کہا جائے۔ کہ خود حضرت معاویہؓ نے ایسا نہیں کیا بلکہ خود یزید اور اس کے اعوان نے اس کے لئے کوشش کی۔ یہ لوگ متقی نہ تھے۔ اور ملوکیت پسند تھے۔ عام مسلمان اور بالخصوص اہل حجاز اس کے خلاف تھے۔ اگر بالفرض تسلیم بھی کر لیا جائے کہ حضرت امیر معاویہؓ کی خواہش یا سعی اس کے لئے ہوتی تھی۔ تو جب کہ حسب شرائط صلح حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی خلافت نہیں ہو سکتی تھی کیونکہ ان کی وفات ہو چکی تھی تو پھر اب ان عہود و مواثیق کی رعایت باقی ہی نہیں رہی تھی جو کہ بحیثیت صلح ضروری تھیں اب اپنے اجتہاد اور رائے پر عمل کرنا رہ گیا تھا۔ حضرت شیخؒ نے آگے فرمایا۔ کہ یزید کو متعدد معرکہ جہاد میں بھیجنے اور جہاد کی بعض

(باقی صفحہ ۶۶ پر)

میں کیوں داخل ہوتا ہے۔ تو گویا آپ قیصریت و کسرویت کے اس بُت کو توڑنے کے لئے میدان میں اترے اور اپنے محبوب نانا پیغمبر صلی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور طریقے کو زندہ کرنا اور خلفائے راشدین کے طرزِ عمل کو برقرار رکھنا آپ کا مقصد تھا۔ اور اس کے لئے حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے قربانی دی۔ خلافت حاصل کرنے کے لئے نہیں۔ بلکہ اسلام کے دامن کو دھبوں سے صاف رکھنے اور احیاء سنت کی خاطر مال و جان قربان کر دیا۔ اپنے نانا کی ایک ایک سنّت پر مر مٹنے والے تھے۔ اب وقت زیادہ گذر گیا ہے ———

خلاصۂ بیان

مجھے یہ کہنا تھا۔ کہ خدارا ان مقدس اور بابرکت ایام میں یزیدیوں کے طور طریقے نہ اپنایئے۔ سینہ کوبی، بار پیٹ

(حاشیہ صفحہ ۶۰ سے آگے) اور بلادہائے ایشیائے کوچک کے فتح کرنے حتی کہ خود استنبول پر بڑی بڑی افواج سے حملہ کرنے وغیرہ میں آزمایا جا چکا تھا۔ تاریخ شاہد ہے کہ معارکِ عظیمہ میں یزید نے کارہائے نمایاں انجام دیئے تھے۔ اس کے فسق و فجور کا علانیہ ظہور ان (معاویہ رض) کے سامنے نہ ہوا تھا۔ اور خفیہ جو بداعمالیاں وہ (یزید) کرتا تھا۔ اس کی ان کو اطلاع نہ تھی ایک وہ شخص (معاویہ رض) جو کہ فقیہ فی الاسلام ہے۔ بحسب دعوات مستجابہ ہادی اور مہدی ہے۔ والذین معہ اشداء علی الکفار الآیۃ اور ولکن اللہ حبب الیکم الایمان کا مظہر کنتم خیر امۃ (الآیۃ) اور اصحابی کالنجوم (الحدیث) اللہ اللہ فی اصحابی (الحدیث) احادیث و آیات کا مورد ہے۔ کیا وہ کسی مجاہر بالفسق والعصیان کو عالم اسلامی کی رقاب اور اموال وغیرہ کا ذمہ دار کر سکتا ہے۔ حضرت شیخ قدس سرہ آگے چل کر فرماتے

(باقی صفحہ ۶۷ پر)

روناپیٹنا۔ یہ سب یزیدی کام مت کیجئے۔ اور نہ اس میں کسی طریقے سے شمولیت کیجئے۔ یہ طریقے اسلام کے خلاف ہیں۔ محبت اہل بیت رسولؐ کے نام پر سنت رسولؐ کو مٹایا جا رہا ہے۔ بڑے اولوالعزم جلیل القدر صحابہ کا احترام دل سے نکالا جا رہا ہے۔ اور نفرت پیدا کی جا رہی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ کہ میرے صحابہ کے بارہ میں برائی سے بچو۔ بلاشبہ جن لوگوں کو حضور کی محبت اور دیدار کا شرف حاصل ہُوا۔ ان کا مقام بہت اونچا ہے۔ اگر کسی نے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو بحالت اسلام دُور سے بھی ایک نظر دیکھا تو اس کا درجہ قطبیت اور ابدالیت اور ولایت کے تمام مقامات سے بدرجہا زیادہ ہے۔ غالباً حضرت

(حاشیہ صفحہ ۶۶ سے آگے) ہیں۔ بہرحال صحابہ کرام رض کے متعلق حسن ظن جس کے لئے نصوص متعددہ وارد ہیں کسی حال میں چھوڑا نہیں جا سکتا خود یزید کے متعلق بھی تاریخی روایات مبالغہ اور آپس کے تخالف سے خالی نہیں ہیں۔ —— حضرت علی فرماتے ہیں ونزعنا ما فی صدورھم الآیۃ کے مصداق میں اور معاویہ رض ہوں۔ (مکتوبات شیخ الاسلام ج ا ص ۲۵۰-۲۵۱) اور حضرت معاویہ رض کے بارہ میں یہی خیال حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم رح نانوتوی کا ہے۔ قاسم العلوم ج ۴ ص ۱۴ پر ارشاد فرماتے ہیں۔ تا وقتیکہ امیر معاویہ رض یزید پلید را ولیعہد خود کردند فاسق معلن نبود اگر چیزے کردہ باشد در پردہ کردہ باشد کہ حضرت امیر معاویہ را ازاں خبر نبود۔

(بقیہ ضمیمہ ص ۸۳ دیکھئے) مضمون حضرت معاویہ کا مقام و منزلت

امام غزالیؒ یا کسی دوسرے بزرگ سے کسی نے پوچھا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا مقام بلند ہے۔ یا حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کا۔ انہوں نے جواب دیا کہ حضرت معاویہؓ نے جس گھوڑے پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رکاب میں جہاد کیا۔ اُس گھوڑے کی نتھنوں میں گرد و غبار ہے حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ اُس گرد کو بھی نہیں پہنچ سکتے۔ بلاشبہ حضرت عمر بن عبدالعزیز علیہ الرحمۃ مجدد اول اور اس کے مستحق ہیں۔ کہ انہیں خلفاء راشدین میں شمار کیا جائے۔ مگر صحابیت کا مقام بہت آگے ہے۔ حضرت معاویہؓ کا شان بہت اونچا ہے۔ حضور کی زوجۂ مطہرۃ ام المومنین ام حبیبہ بنت ابی سفیان کے بھائی ہیں۔ حضورؐ کے جان نثار خادم اور کاتب وحی ہیں۔ یزید نے جو کچھ کیا اُس کی ذمہ داری یزید پر ہے۔ اس کا بوجھ والد پر نہیں ڈالا جا سکتا۔ یہ تو خدا کی شان ہے۔ کہ حضرت نوح علیہ السلام سے کنعان کو پیدا فرمایا اور آزر بت پرست سے حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو۔

تخرج الحی من المیت وتخرج المیت من الحی۔ نکالتا ہے زندہ کو مردے سے اور مردے کو زندے سے۔ حضرت معاویہؓ کا بیٹا اگر مجرم ہے۔ تو اسے جانے دو۔ ہمیں اُس سے نفرت ہے۔ مگر حضرت معاویہؓ اور ان کے ساتھی دیگر صحابہ کو کیوں بدنام کریں اور انہیں ظلم کا نسبت کریں جس نے بارہا پیغمبرؐ کی رکاب کو پکڑا، وحی کی کتابت فرمائی۔ جہادوں میں شریک ہوئے تو ایسے شخص کا بیٹا اگر مجرم ہو تو اس کے باپ کو کیوں ملزم گردانیں۔

مسلک اعتدال | ہم اہل سنت والجماعت حضرات شیخین حضرت

ابوبکر صدیقؓ و حضرت عمر فاروقؓ کی فضیلت کے قائل ہیں۔ اور حضرات ختنین دونوں داماد حضرت عثمانؓ و حضرت علیؓ (رضی اللہ تعالیٰ عنھم اجمعین) کی بزرگی و کرامت کے قائل ہیں۔ اور اُن سے محبت رکھتے ہیں۔ غالباً حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ یا کسی دوسرے بزرگ نے ایسے ہی موقعہ پر ارشاد فرمایا تھا کہ "جس خون سے خداوند تعالیٰ نے ہمارے ہاتھوں کو بچایا ہم اتنے عرصہ بعد اُس خون سے اپنی زبان کو کیوں آلودہ کریں"۔

چاروں حضرات خلفاء راشدین کا حضورؐ سے بہت قریبی رشتہ ہے۔ دو خسر ہیں اور دو داماد ہیں۔ اگر حضورؐ کے ساتھ محبت ہے تو صحابہ کے ساتھ بھی ہماری محبت ہو گی۔ حضورؐ نے فرمایا جس نے صحابہ کی عزت کی اس نے میری عزت کی۔ اور جس نے انہیں صدمہ پہنچایا۔ اُس نے مجھے تکلیف دی۔ اب میں دعا کرتا ہوں اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمہیں فتنوں سے بچائے اور حضورؐ اُن کے صحابہ کرام کی محبت نصیب فرماوے تاکہ ارشاد نبویؐ المرءُ مَعَ مَنْ احبّ کی بناء پر ہمیں آخرت میں ان کی رفاقت حاصل ہو سکے۔ اور آخر میں اپنے فوجی بھائیوں سے عرض کروں گا۔ کہ آپ لوگ ملک کی حفاظت و مدافعت جیسے مبارک اور اہم کام پر مامور ہیں۔ اگر اپنی جد و جہد اور کوششوں میں اخلاص پیدا کریں اور یہ نیت ہو کہ اسلام کی بلندی اور دشمنان اسلام کے مقابلے کے لئے تیاری اور ملک کی مدافعت کے لئے یہ سب کچھ کر رہے ہیں۔ تو یقیناً تمہارا یہ عمل جہاد ہو گا اور مجاہدین کا اجر ملے گا۔ واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد والہ واصحبہ اجمعین۔

ضمیمہ نمبر ا

"بیان تعدیل الصحابہ وتوجیہ مشاجراتھم"

"ولا ینتقص احداً منھم الا زندیق"

اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کلھم عدولٌ بتعدیل اللہ ورسولہ لھم ولا ینتقص احداً منھم الا زندیق واما مشاجراتھم فالحق فی ذلک کما نقلہ الشاہ ولی اللہ الدھلوی امام الھند وفیلسوف الاسلام عن النووی بقولہ واما معاویۃ فھو من العدول الفضلاء والصحابۃ النجباء واما الحروب التی جرت (ای بین معاویہ وعلی) فکانت لکل طائفۃ شبھۃ اعتقدت تصویب انفسھا بسببھا وکلھم عدول ومتاولون فی حروبھم ولم یخرج شیئ من ذلک احداً منھم من العدالۃ لانھم مجتھدون اختلفوا فی محل الاجتھاد کما یختلف المجتھدون بعدھم فی مسائل الدنیا وغیرھا ولا یلزم من ذلک نقص احدھم — الی ان قال — فکلھم معذورون رضی اللہ عنھم ولھذا اتفق اھل الحق ومن یعتد بہ فی الاجماع علی قبول شھاداتھم ورواياتھم وکمال عدالتھم — وقال سیدنا الامام عبد القادر الجیلی فی الغنیۃ: فقد نص الامام احمد علی الامساک من ذلک وجمیع ما شجر بینھم من منازعۃ ومنافرۃ

وخصومۃ لان اللہ تعالی یزیل ذلک من بینھم یوم القیامۃ کما قال عز من قائل ونزعنا ما فی صدورھم من غلٍ اخواناً علی سرر متقابلین۔ انتھی۔

وکما قال صاحب شرح العقائد وما وقع بینھم من المنازعات والمحاربات فلہ محاملُ وتاویلات فسبھم والطعن فیھم ان کان مما یخالف الادلۃ القطعیۃ فکفرٌ کقذف عائشۃ والا فبدعۃٌ وفسق۔

وقال الامام الحافظ ابن حجر العسقلانی ما حاصلہ ان کل من ینقص فی الصحابۃ فھو یبطل القرآن والسنۃ فھم احق بان ینتقصوا وینتقد والان کل احد من مبغضی الصحابۃ زندیق (الاصابۃ) وقد وسیۃ اصحاب محمد صلی اللہ علیہ تشھد بھا التوراۃ والانجیل انظر (استثناء باب ۳۳ م ۲ توراۃ) "وہ کوہ فاران سے جلوہ گر ہوا اور لاکھوں قدوسیوں میں سے آیا اس کے سب مقدس لوگ تیرے ہاتھ میں ہیں۔" صدق اللہ العلی العظیم وذلک مثلھم فی التوراۃ والانجیل۔

وقال شیخنا الامام شیخ العرب والعجم الشیخ حسین احمد المدنی قدس سرہ ما نصہ۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کی شان میں جو آیات وارد ہیں، وہ قطعی ہیں، جو احادیث صحیحہ ان کے متعلق وارد ہیں، وہ اگرچہ ظنی ہیں مگر ان کی اسانید اس قدر قوی ہیں، کہ تواریخ کی روایات ان کے سامنے ہیچ ہیں، اس لئے اگر کسی تاریخی بات میں اور آیات واحادیث صحیحہ میں تعارض واقع ہوگا تو تواریخ کو غلط کہنا ضروری ہے — آگے چل کر ارشاد فرمایا: صحابہ کرام (رضی اللہ عنھم)

اگرچہ معصوم نہیں ہیں۔ مگر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیضِ صحبت سے ان کی روحانی اور قلبی اس قدر اصلاح ہو گئی ہے۔ اور ان کی نسبت باطنیہ اس قدر قوی ہو گئی ہے۔ کہ مابعد کے اولیاء اللہ سالہا سال کی ریاضتوں سے بھی وہاں تک نہیں پہنچ سکے ہیں۔ اور یہی وجہ ہے۔ کہ اجماع امت ہر ہر صحابی کی افضلیت کا بعد والوں پر ہے۔ اور یہی وجہ ہے۔ کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے جب پوچھا گیا۔ کہ عمر بن عبد العزیز افضل ہیں۔ یا معاویہ (رضی اللہ عنہم) تو فرمایا کہ امیر معاویہ کے اس گھوڑے کی نتھنوں کی خاک جس پر سوار ہو کر انہوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جہاد کیا ہے۔ عمر بن عبد العزیز سے افضل ہے۔ (مکتوبات شیخ الاسلام ج ۱ ص ۲۴۲، ۲۴۳)

احترام و تعدیل صحابہؓ کے ختم ہو جانے کی صورت میں جو عظیم مہلک نتائج برآمد ہو سکتے ہیں حضرت شیخ الاسلام قدس سرہٗ اس پر بحث کرتے ہوئے مکتوبات ج ثانی ص ۲۶۳ میں ارشاد فرماتے ہیں:

"انہیں کے اعتماد اور ثقاہت پر پیچھے آنے والوں کے لئے اسلام کا مدار ہے۔ اگر معاذ اللہ یہ اولین اساتذۂ اسلام غیر قابل اعتماد ہوں گے تو تمام عمارت دین بالکل ڈھ جائے گی۔ قرآن مجید اور احادیث صحیحہ نے ان کی جگہ جگہ پر تعدیل کی ہے۔ بیشمار آیات اور احادیث اور کتب سابقہ ان کو معتمد علیہ قرار دیتے ہیں۔ اور زور دار الفاظ میں ان کی مدح سرائی کرتے ہوئے تمام انسانوں سے افضل اور اعلیٰ قرار دیتے ہیں۔ اس دروازہ کے کھلنے سے تمام

دینی اصول و فروع ملیامیٹ ہو جاتے ہیں۔" (انتہیٰ بلفظہ)

مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد سرہندی علیہ الرحمۃ نے جگہ جگہ صحابہ کرام کے اس نازک ترین مقام پر توجہ دلائی ہے۔ فرماتے ہیں صحابہ کے متعلق کوئی ایسا تذکرہ ایسے انداز میں کہ جس میں ذرا بھی ایہام بے وقعتی ہو یا ان کی جلالت شان کے منافی ہو۔ حضرت اقدس کی رسالت کے فائدہ کو کم کر دینے والا ہے۔ خبردار احتیاط کرو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد کہ میرے صحابہ کا ذکر آئے تو خاموش ہو جاؤ۔

اپنے مکتوبات خالدہ کے ایک دوسرے طویل مکتوب میں (بنام خواجہ محمد تقیؒ) فرماتے ہیں:

"اے مخاطب بہت زیادہ پرہیز کر اکابر دین پر طعن کرنے سے اور مقتدایان اسلام کی برائی کرنے سے وہ اکابر دین جنہوں نے اپنی پوری طاقتوں کو صرف کیا ہے۔ کلمۂ اسلام کو بلند کرنے اور سید الانام صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کی نصرت و حمایت میں اور جنہوں نے اپنے مالوں کو خرچ کیا ہے۔ تائید دین میں رات دن خفیہ اور علانیہ اور جنہوں نے حب رسول کی خاطر اپنے کنبے بلدری کو چھوڑا .... یہ وہ ہیں۔ جو شرف صحبت سے مشرف ہیں۔ اور صحبت رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم میں رہ رہ کر برکات نبوت سے بہرہ مند ہوئے وحی ان کے سامنے آئی جبرئیل علیہ السلام کی حاضری ان کی موجودگی میں ہوتی تھی۔ اور انہوں نے اپنی آنکھوں سے خوارق و معجزات رسولؐ کو دیکھا ہے۔ یہاں تک کہ ان کا غیب شہادت اور ان کا علم عینی ہو گیا اور ان کو یقین کی وہ دولت عطا ہوئی جو ان کے

بعد کسی کو نہیں ملی یہاں تک کہ دوسروں کا کوہ احد کے برابر سونا خیرات کرنا ان کے ایک مُد یا نصف مُد جَو کے اجر کے برابر بھی نہیں ہے۔ یہ وہ ہیں جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ فرمایا اور دوسری جگہ انجیل کے حوالہ سے فرمایا گیا ہے۔ ومثلھم فی الانجیل کزرع الآیۃ۔ اللہ تعالیٰ نے صحابہؓ سے جلنے والوں کو "الکفار" فرمایا ہے۔ پس صحابہؓ سے جلن اور کینہ اور غصہ سے اسی طرح پرہیز کرنا ضروری ہے جس طرح کفر سے پرہیز کیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی توفیق دینے والا ہے۔ (انتہیٰ لفظہٗ) ماہنامہ الفرقان ج ۳۰ شمارہ ۵

امام حافظ محدث ابوبکر بن خطیب بغدادیؒ نے اپنی کتاب الکفایہ میں تعدیل صحابہ کے بارے میں نفیس بحث کی ہے۔ جسے شیخ الاسلام امام حافظ ابن حجر العسقلانیؒ (۷۷۳ - ۸۵۲ھ) نے اپنی جلیل القدر کتاب "الاصابۃ" کے مقدمہ میں بھی نقل فرمایا ہے۔
حافظ ابوبکر بن الخطیب البغدادی نے حافظ ابوزرعۃؒ کا یہ قول نقل کیا ہے۔

اذا رأیت الرجل ینتقص احداً من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاعلم انہ "زندیق"

لان الرسول صلی اللہ علیہ وسلم عندنا حق والقرآن حق وانما ادی الینا ھذا القرآن والسنن اصحاب رسول اللہ وانما یریدون ان یجرحوا شھودنا لیبطلوا الکتاب والسنۃ والجرح بھم اولیٰ وھم "زنادقۃ" (ملاحظہ ہو الکفایۃ ص ۴۹ تا ص ۴۹ نیز الاصابۃ ج ۱ ص ۱۱)

شیخ قاضی ابوبکر بن عربی م ۵۴۳ھ نے صحابہ کرام کی تعدیل اور موقف کے بارہ میں ایک مستقل کتاب "العواصم من القواصم فی تحقیق مواقف الصحابۃ

بعد وفاۃ النبی علیہ الصلوٰۃ والسلام" کے نام سے تصنیف کی جو بلاشبہ صحابہ کرام کے محاسن ومناقب اور ان کی شانِ پاکیزہ کے بارہ میں حجۃ قاطعۃ ہے۔ قرآن کریم نے جس شد ومد سے صحابہ کرام کے فضائل ان کے مقامات عالیہ اور تعدیل وطہارۃ اور قطعیۃ سے اُن کے اساسی مقام اور نزاہۃ کو ثابت اور واضح کیا، قرآن کریم کی کوئی سورۃ بلکہ صفحہ اُس سے خالی نہیں۔

یہاں ہم قرآنِ مجید کی چند آیات نقل کرتے ہیں۔ خدا اور رسول کی تعدیل کے بعد کسی دوسرے قول ودلیل کی ضرورت نہیں۔

الصحابۃ فی القرآن

(۱) فمن ذلک قولہ تعالیٰ تبجیلاً لشان الصحابۃؓ
(والسابقون الاولون من المھاجرین والانصار والذین اتبعوھم باحسان رضی اللہ عنھم ورضوا عنہ واعد لھم جنّت تجری تحتھا الانھر خلدین فیھا ابداً ذلک الفوز العظیم)

(۲) وقال ولم یزل قائلاً کریماً (محمد رسول اللہ والذین معہ اشداء علی الکفار رحماء بینھم۔)

(۳) وقال اللہ تعالیٰ ثقۃً بالصحابۃ وتزکیۃ لھم (ولکن اللہ حبب الیکم الایمان وزینہ فی قلوبکم وکرہ الیکم الکفر والفسوق والعصیان اولئک ھم الراشدون)

(۴) وقال تعٰ فی نزاھتھم (للفقراء المھاجرین الذین اخرجوا من

دیارھم واموالھم یبتغون فضلاً من اللہ ورضواناً وینصرون اللہ
ورسولہٗ اولئک ھم الصادقون)

(۵) والذین تبوّؤا الدار والایمان من قبلھم یحبّون من ھاجر الیھم
ولا یجدون فی صدورھم حاجۃً ممّا اوتوا ویؤثرون علی انفسھم
ولو کان بھم خصاصۃ ومن یوق شحّ نفسہٖ فاولئک ھم المفلحون)

(۶) وقال تعالیٰ فی رسوخ ایمانھم
لا تجد قوماً یؤمنون باللہ والیوم الاخر یوادون من حاد اللہ
ورسولہٗ ولو کانوا اباءھم او ابناءھم او اخوانھم او عشیرتھم اولئک
کتب فی قلوبھم الایمان وایدھم بروح منہ)

(۷) وقال تعالیٰ المطلع علی بواطنھم
(لقد رضی اللہ عن المؤمنین اذ یبایعونک تحت الشجرۃ
فعلم ما فی قلوبھم فانزل السکینۃ علیھم واثابھم فتحاً قریبا)

(۸) وقال تعالیٰ ثقۃً بھم
(وکذلک جعلناکم امۃً وسطاً لتکونوا شھداء علی الناس
ویکون الرسول علیکم شھیدا)

(۹) وقال عزوجل (کنتم خیر امّۃ اخرجت للناس)

(۱۰) وقال تعالیٰ ترضیۃً للصحابۃ (والسابقون الاوّلون من المھاجرین
والانصار والذین اتبعوھم باحسان رضی اللہ عنھم ورضوا عنہ)

(۱۱) وقال تعالیٰ (والسابقون السابقون اولئک المقربون فی جنات النعیم)

(۱۲) وقال تعالیٰ (یوم لا یخزی اللہ النبیّ والذین آمنوا معہٗ نورھم یسعیٰ
بین ایدیھم وبایمانھم)

(۱۳) وقولہ تعالیٰ (اولئک ھم المؤمنون حقاً لھم درجات عند ربھم و
مغفرۃ ورزق کریم)

(۱۴) وقولہ تعالیٰ شاکراً المجاھدین (لکن الرسول والذین آمنوا معہٗ
جاھدوا باموالھم وانفسھم واولئک لھم الخیرات واولئک ھم المفلحون)

(۱۵) وقال تعالیٰ (لا یستوی منکم من انفق من قبل الفتح وقاتل اولئک
اعظم درجۃً من الذین انفقوا من بعد وقاتلوا وکلاً وعد اللہ
الحسنیٰ واللہ بما تعملون خبیر)

(۱۶) وقولہ تعالیٰ (ولقد عفی اللہ عنھم ان اللہ غفور حلیم)

(۱۷) وبشر المؤمنین بان لھم من اللہ فضلاً کبیرا)

(۱۸) وقال عزوجل (فالذین ھاجروا واخرجوا من دیارھم واوذوا فی
سبیلی وقاتلوا وقتلوا لاکفرن عنھم سیّاٰتھم ولادخلنھم جنّٰت
تجری من تحتھا الانھر)

(۱۹) (ولا تطرد الذین یدعون ربھم بالغداۃ والعشی یریدون وجھہ)

(۲۰) واذا جاءک الذین یؤمنون بایاتنا فقل سلامٌ علیکم کتب ربکم
علی نفسہ الرحمۃ انہٗ من عمل منکم سوءً بجھالۃ ثم تاب من بعدہ
واصلح فانہٗ غفور رحیم)

(۲۱) (اولئک الذین نتقبّل عنھم احسن ما عملوا ونتجاوز عن

سیّاٰتھم فی اصحاب الجنۃ وعد الصدق الذی کانوا یوعدون)

(۲۲) (والذی جاء بالصدق وصدّق بہ اولئک ھم المتّقون لھم ما یشاؤ ون عند ربھم ذلک جزاء المحسنین لیکفر اللّٰہ عنھم اسوأ الذی عملوا ویجزیھم اجرھم باحسن الذی کانوا یعملون)

الصحابۃ فی الحدیث

حضور سرورِ کائنات علیہ الصلوۃ والسلام نے اسی بسط وتفصیل سے صحابہ کرام کا وصف فرمایا، اور صحابہ کی تعظیم اور ستائش اور قدر و منزلت کے بارہ میں بارہا امّت کو تبلیغ و تلقین فرمائی۔ اس بارہ میں جو روایات و احادیث موجود ہیں۔ اُس کا تین چوتھائی حصّہ بھی تواتر اور قطعیتِ اخبار کے لئے کافی ہے یہاں ہم چند احادیث نقل کرتے ہیں جس سے ان کا معیارِ حق اور میزانِ عدل و انصاف ہونا بیّن اور واضح ہوتا ہے۔

(۱) فقال علیہ الصلوۃ والسلام (علیکم بسنّتی وسنۃ الخلفاء الراشدین المھدیین عضّوا علیھا بالنواجذ)

(۲) وقولہٗ "ما انا علیہ واصحابی"۔

(۳) وقولہ علیہ السلام تکریمًا لشان الصحابۃ "اصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم"۔

(۴) وقولہ علیہ السلام فی حدیث عبد اللّٰہ بن مسعودؓ ان النبی علیہ السلام قال (خیر امّتی قرنی ثم الذین یلونھم ثم الذین یلونھم ثم یجیٔ قوم

تسبق ایمانھم شھادتھم ویشھدون قبل ان یستشھدوا)

(۵) وقال وقایۃً لاعراضھم (لاتسبّوا اصحابی۔ فوالذی نفسی بیدہٖ لو انفق احدکم مثل احدٍ ذھبًا ما ادرک مدّ احدھم ولانصیفہٗ) رواہ ابو سعید الخدریؓ۔

(۶) وقولہٗ بابی وامّی وعوضنی علیہ السلام (اکرموا اصحابی فانھم خیارکم) رواہ النسائی۔

(۷) وقولہ علیہ السلام (لاتمسّ النار مسلمًا رآنی اورای من رآنی) رواہ الترمذی۔

(۸) وقولہٗ (علیکم بالذین من بعدی ابی بکر وعمر)

(ومن الاخبار المستفیضۃ عن النبی علیہ السلام فی ھذا المعنی ما نقلہٗ الحافظ العسقلانیؒ فی الاصابۃ (ج ۱ ص ۱۰-۱۱) نقلًا عن الکفایۃ للخطیبؒ (۴۶-۴۹)

(۹) قولہٗ علیہ السلام مھما اوتیتم من کتاب اللّٰہ فالعمل بہٖ لاعذر لاحد لکم فی ترکہٖ فان لم یکن فی کتاب اللّٰہ فسنّۃ منّی ماضیۃ فان لم یکن سنّۃٌ منی ماضیۃ فما قال اصحابی، ان اصحابی بمنزلۃ النجوم فی السماء فایّما اخذتم بہٖ اھتدیتم، واختلاف اصحابی لکم رحمۃ) حدیث ابن عباسؓ۔

(۱۰) وحدیث سعید بن المسیب عن عمرؓ بن الخطاب قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم (سالت ربّی فیما اختلف فیہ اصحابی من

بعدی ، فاوحی اللہ الیّ ، یا محمد ان اصحابك عندی بمنزلۃ النجوم فی السماء بعضها اضوأ من بعض فمن اخذ بشئی مما ھم علیہ من اختلافهم فھو عندی علی ھدیً)

(۹) وحدیث الامام الشافعیؒ بسندہٖ الی انسؓ بن مالكؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (انّ اللہ اختارنی واختار اصحابی فجعلهم اصھاری وجعلهم انصاری وانہٗ سیجیٔ فی آخر الزمان قومٌ ینتقصونهم ، الا فلا تنا کحوھم الا فلا تنکحوا الیهم الا فلا تصلوا علیهم، علیهم حلّتِ اللعنۃ)

یہی اور اس قسم کے بے شمار نصوص ہیں ، جس کی وجہ سے اہل سنت صحابہ کرام کی عدالت اور ان کی صداقت و ثقاہت کو دین کا اہم اساسی بنیاد مانتے ہیں ، جن کے مبارک شانوں نے دین کا بوجھ اٹھا کر آئندہ نسلوں تک ہدایت کی روشنی پہنچائی . بس بلا شبہ ان کے فضائل قطعی اور متواتر ہیں . ایسے قطعی جو فیروز ابولؤلؤ کے شاگردوں اور ابن سبا کے مریدوں کے دسیسہ کاریوں اور من گھڑت افسانوں سے مشکوک نہیں ہو سکتے اور بقول شیخ الاسلام ابن تیمیہ علیہ الرحمۃ یہ درست نہیں کہ وہ ایسی منقولات سے رد ہو جائیں جن میں سے بعض منقطع بعض محرّف ہیں اور بعض ایسی روایات جن سے ثابت شدہ حقائق پر کوئی اثر نہیں پڑتا . اس لئے کہ یقین شک سے زائل نہیں ہوتا . ہم کو کتاب و سنت اور اپنے پیش رؤں کے اجماع اور ان کی مؤید اور متواتر روایات اور عقلی دلائل سے اس بات کا یقین ہو چکا ہے . کہ صحابہ کرام انبیاء علیہم السلام کے بعد افضل الخلق تھے . اس یقینی و متواتر

چیز پر ان امور کا اثر نہیں پڑ سکتا . جو مشکوک و مشتبہ ہیں . چہ جائیکہ جن کا باطل ہونا ظاہر ہو چکا ہے . (منہاج السنۃ ج ۳ ص ۲۰۹ بحوالہ تاریخ دعوت و عزیمت ج ۲) اور شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے کیا خوب فرمایا کہ :

فمن استقرأ اخبار العالم فی جمیع الفرق تبیّن لہٗ انہٗ لم یکن قط طائفۃ اعظم اتفاقاً علی الھدیٰ والرشد والعد عن الفتنۃ والتفرق والاختلاف من اصحاب رسول اللہ الذین ھم خیر الخلق بشهادۃ اللہ لھم بذلك الخ

جس شخص نے دنیا کے حالات و واقعات کا مطالعہ کیا ہے اور تتبع کی ہے . وہ جانتا ہے . کہ کوئی گروہ ایسا نہیں گذرا جو ہدایت و ارشاد پر صحابہ سے زیادہ مجتمع اور تفرق و اختلاف سے ان سے زیادہ دور ہو ان صحابہ کے متعلق اللہ تعالیٰ نے شہادت دی ہے . الخ (منہاج السنۃ ج ۳ ص ۲۴۲ بحوالہ مذکور)

صحابہ کرام کی جانفشانیوں ، اخلاص ، علو ہمت ، ایثار و جہاد اور ان نفوس قدسیہ کی برکات و نورانیت کے بارہ میں ابن تیمیہؒ بڑے جوش سے لکھتے ہیں :

واما الخلفاء والصحابۃ فکل خیر فیہ المسلمون الی یوم القیامۃ من الایمان والاسلام والقرآن والعلم والمعارف والعبادات ودخول الجنۃ والنجاۃ من النار وانتصارھم علی الکفار وعلو کلمۃ اللہ فانما ھو ببرکۃ ما فعلہ الصحابۃ الذین بلغوا الدین ...... وکل خیر فیہ الشیعۃ وغیرھم فھو ببرکۃ الصحابۃ الخ

گو خطۂ ارض پر اس مقدس ترین برگزیدہ جماعت "خیار امۃ" کی تعدیل و تطہیر اور جذبات . مدافعت مجبور کر رہے ہیں . کہ اس موضوع پر گفتگو کا سلسلہ ان کے

مناقب و فضائل کی کثرت کی مانند کبھی ختم نہ ہونے پائے کہ ؎

وحدثتنی یاسعد عنہا فزدتنی

جنوناً فزدنی من حدیثک یاسعد

مگر تنگیٔ داماں کی وجہ سے اس پاکیزہ مجلس کو کسی دوسری فرصت پر اٹھائے رکھتا ہوں۔ امام شعبی ؒ نے اس مقدس جماعت کی محبت میں کیا خوب فرمایا جسے ابن تیمیہ نے منہاج السنۃ میں نقل کیا۔ کہ ان کی محبت ایمان کا مدار اور ان سے نفرت کرنے والے یہود و نصاریٰ سے بدتر ہیں اور یہود و نصاریٰ ان مبغضین صحابہ کے مقابلہ میں انبیاء کے زیادہ مرتبہ شناس اور قدرداں ہیں کہ یہودیوں سے پوچھا گیا۔ کہ تمہاری ملت میں سب سے بہتر کون لوگ ہیں۔ انہوں نے کہا حضرت موسیٰ کے ساتھی اور ان کے اصحاب عیسائیوں سے پوچھا گیا۔ کہ تمہاری ملت میں سب سے بہتر کون ہے۔ انہوں نے کہا حضرت عیسیٰ کے حواری اور روافض (بلکہ تمام منقدین صحابہ)۔ پوچھا گیا کہ تمہاری ملت میں سب سے بدتر کون ہے انہوں نے کہا اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ ان نیک بختوں کو حکم دیا گیا تھا صحابہ کے لئے مغفرت کی دعا کرنے کا انہوں نے ان کو سب وشتم کیا۔ (انتہی قولہ)

بے شک کہ اولئک ابرالناس قلوبًا واقلہم تکلفًا واعمقہم علمًا وایمانًا کے اولین مصداق جماعت کے احسانات سے بنی نوع انسان تاقیامت گراں بار رہیں گے۔ واللہ اعلم۔

سمیع الحق المتصدّع تجدیل اصحاب النبی علیہ السلام

احبّ الصالحین ولست منہم لعلّ اللّٰہ یرزقنی صلاحًا۔

ضمیمہ نمبر ۲

حضرت معاویہؓ کا مقام و منزلت

در اصل بہت سے سطحی خیالات اور شیعہ پروپیگنڈہ سے متاثر ہونے والے افراد کو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارہ میں غلط فہمی ہو جاتی ہے اور حقائق سے چشم پوشی یا مخالفین کے شور و غل کی رو میں بہ کر اس جلیل القدر کاتب وحی صاحب تدبیر و سیاست، ام المومنین سیدہ ام حبیبہؓ کے بھائی جامع زہد و شریعت صحابی حضرت معاویہؓ کے بلند قابل فخر رتبہ اور نازک پاکیزہ مقام سے غفلت ہو جاتی ہے۔ ایسی غفلت اور چوک جس کی وجہ سے انسان قرآن و سنت کی تعدیل صحابہ کرام و تطہیر اصحاب عظام کے واضح نصوص سے غافل ہو جاتا ہے۔ اور وساوس شیطانی کے جال میں پھنس کر وعیدات خداوندی اور تہدیدات رسول کا مستحق بن جاتا ہے۔ گو حضرت معاویہؓ کے اونچے مقام فضیلت و مرتبت اور بیعت یزید کے لئے حضرت حجۃ الاسلام محمد قاسم نانوتویؒ اور محدث و امام جلیل حضرت شیخ مدنیؒ کے مذکورہ مختصر جملے کافی اور تسلی بخش ہیں۔ مگر ایک جلیل المرتبت صحابی کے رُخ انور سے کذب و غلط بیانیوں کے سیاہ پردے ہٹانے کی خاطر ہم یہاں دیگر اساطین و اکابرین کے ارشادات نیز آخر میں حضرت امیر معاویہ کے مناقب و مقامات عالیہ مختصراً پیش کرتے ہیں۔

حضرت حکیم الامّت مولانا اشرف علی تھانوی نے حضرت سیّدنا الشیخ عبدالقادر الجیلانی رح کا کتنا عجیب مقولہ تحریر فرمایا کہ :

" از حضرت غوث الثقلین قدس سرہ منقول است کہ اگر در رہ گذر حضرت معاویہ بنشینم وگرد سم اسپ جناب بر من افتد باعث نجات می شناسم "

نیز حضرت تھانوی رح نے فرمایا کہ :

" معاویہ صحابی بن صحابی اند در صحابیت و فضیلت او کرا کلام ست مگر کہ رافضی باشد و بلقب "حضرت" و تحیۃ "رضی اللہ عنہ" او شان را یاد کردن شعار اہل سنّت والجماعۃ ست و کسیکہ در شان والائے ایشان طعنے یا تشنیع بر زبان آرند شعبہ از رفض دارد وقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (اللہ اللہ فی اصحابی الحدیث) وآنچہ مشاجرات و منازعات فیما بین واقع شدہ ایں را بر محامل صحیحہ و تاویلات مقبولہ حمل تواں کرد ——

(امداد الفتاویٰ ج ۴ ص ۱۳۲)

اور فرمایا کہ پس ان کا اکرام اور محبّت واجب ہو گی۔ اور ان کو بُرا کہنا اور ان سے بغض و نفرت رکھنا یقیناً حرام ہو گا (امداد ج ۴ ص ۱۲۹)

امام شافعی رحمۃ اللہ کا قول دوسرے مقام پر نقل کیا گیا ہے۔ کہ جب ان سے حضرت معاویہ و عمرو بن عبدالعزیز رح کے باہمی تقابل و فضیلت کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا کہ امیر معاویہ کے اس گھوڑے کی نتھنوں کی خاک جس پر سوار

ہو کر انہوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جہاد کیا ہے۔ عمر بن عبدالعزیز سے افضل ہے۔

قاضی ابوبکر بن عربی فرماتے ہیں :

ولکن معاویۃ اجتمعت فیہ خصال وھی ان عمر جمع لہ الشامات کلھا وافردہ بھا لمّا رایٰ من حسن سیرتہ وقیامہ بحمایۃ البیضۃ وسدّ الثغور واصلاح الجند والظھور علی العدو وسیاسۃ الخلق وقد شھد لہ فی صحیح الحدیث بالفقہ وشھد بخلافتہ فی حدیث ام حرام الخ (العواصم من القواصم ص ۲۰۲ تا ۲۰۹)

حضرت معاویہؓ میں ہر قسم کے کمالات جمع تھے اور یہ اس لئے کہ حضرت عمر نے ان کی پاکیزہ سیرت اور اسلامی شوکت کی حفاظت سرحدات کی مدافعت، لشکر کی اصلاح، دشمن پر غلبہ اور ملکی نظم و نسق، سیاست اور دیگر صلاحیتوں کو دیکھ کر انہیں بہت بڑے بڑے کام سپرد کئے اور صحیح حدیث میں ان کی فقاہت اور ام حرام کی حدیث میں ان کی خلافت کی شہادت دی گئی ہے۔

چنانچہ حضرت معاویہؓ کی قیادت اور حسن سیادت کی بدولت اسلام ایک عالمگیر قوت و طاقت بن گیا اور اسلامی فوجوں نے بر و بحر میں اسلام کے جھنڈے لہرائے۔ تاریخ اسلام میں بحری بیڑوں اور بحری لڑائیوں کا آغاز اور اسطولِ اسلامی کی تاسیس ان ہی کے ہاتھوں سے ہوئی۔

سعد بن ابی وقاص فاتح عراق و ایران کا قول ہے۔ انہ، ما رائی بعد

عثمان اقضیٰ بالحق من معاویہ (الحافظ بن کثیر عن لیث بن سعد م ۱۷۵ھ البدایۃ ج ۸ ص ۱۳۳) اسی طرح ابن کثیر نے البدایۃ (ج ۸ ص ۱۳۵) میں بڑے ثقہ اور اعلام رجال کے سند سے عبداللہ بن عباس کا قول نقل کیا ہے۔ "مارأیت رجلاً اخلق بالملک من معاویہ" کیا کوئی شخص جو عادل و حکیم نہ ہو اتنی بڑی داد و تحسین کا مستحق ہو سکتا ہے۔ اور کیا اتنی عظیم صلاحیتوں کے مالک کو امور عظیمہ سپرد کرنے پر حضرت عمرؓ و حضرت عثمانؓ کو ملامت کی جا سکتی ہے؟ اور ان سے قبل حضرت صدیقؓ بلکہ خود حضرت سرور کائنات علیہ السلام انہیں اہم ذمہ داریاں سپرد کر سکتے ہیں؟

شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے کیا خوب فرمایا: کانت سیرۃ معاویہ مع رعیتہ من خیار سیر الولاۃ وکان رعیتہ یحبونہ وقد ثبت فی صحیح مسلم قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم خیار ائمتکم الذین تحبونہم ویحبونکم ویصلون علیکم وتصلون علیہم الخ (منہاج السنۃ ج ۳ ص ۱۸۹)

امام طبری نے قبیصہ بن جابر الاسدی کی طویل روایت ان کے ذاتی تاثر کی نقل فرمائی کہ قبیصہ نے فرمایا: ثم صحبت معاویۃ فمارأیت رجلاً احب رفیقاً ولا اشبہ سریرۃ بعلانیۃ منہ (ج ۶ ص ۱۸۸)

ابوبکر الاثرم اور ابن بطہ نے متعدد طرق سے حضرت قتادہ کا قول نقل کیا۔ لو اصبحتم فی مثل عمل معاویہ لقال اکثرکم ھذا المھدی۔ اسی طرح حضرت مجاہد نے فرمایا: لو ادرکتم معاویۃ لقلتم ھذا المھدی۔ ابوبکر اثرم نے فرمایا کہ ایک مجلس میں حضرت عمر بن عبدالعزیز اور ان کے عدل و انصاف

کا ذکر ہوا تو حضرت اعمش نے فرمایا فکیف لو ادرکتم معاویہؓ قالوا فی حلمہ؟ قال لا واللہ بل فی عدلہ۔ عبداللہ بن احمد بن حنبل نے ابو اسحاق السبیعی کے بارے میں فرمایا کہ انہوں نے حضرت معاویہ کا ذکر چھیڑ کر فرمایا: لو ادرکتموہ او ادرکتم ایامہ لقلتم۔ کان المھدی۔ حضرت امیر معاویہؓ کے بارہ میں ائمۃ اعلام کی یہ بلند پایہ شہادتیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس مبارک ارشاد کی مقبولیت کی شہادت دے رہی ہیں جس میں کہ حضور نے حضرت معاویہؓ کے بارہ میں فرمایا قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اللھم اجعلہ ھادیاً، مھدیاً، واھد بہ۔ وھو من اعلام النبوۃ (والحدیث رواہ الترمذی فی المناقب) اس کے علاوہ امام طبرانی نے بھی جلیل القدر علماء و ائمۃ عظام سے بروایت عبدالرحمٰن بن ابی عمیرۃ نقل فرمایا: ان النبی علیہ السلام قال لمعاویہ اللھم علمہ الکتاب و الحساب وقہ العذاب (وکذا اخرجہ البخاری فی التاریخ۔ واحمد فی حدیث العرباض وابن جریر من حدیث ابن مھدی وزاد فی روایۃ لبشر بن السری وادخلہ الجنۃ وغیرھم من رواۃ ھذا الدعاء النبوی لمعاویہ من الصحابۃ اکثر من ان یحصوا وانظر البدایۃ ج ۸ ص ۱۲۰ وتاریخ دمشق لابن عساکر۔

اتنی متواتر حدیث اور دعوات نبویہ کے بعد بھی اگر کوئی حضرت معاویہؓ سے بغض اور کدورت رکھے وہ درحقیقت حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ (ان کے محبانہ برتاؤ اتنے اعتماد اور بھروسہ پہ) اظہار ملامت و ناراضگی کر رہے ہیں۔ فلا وربک لا یومنون حتی یحکموک فیما شجر بینھم الآیۃ۔

اس کے علاوہ خود حضرت معاویہ کا یہ ارشاد کہ واللہ ما حملنی علی الخلافۃ

الاقول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لی یا معاویہ ان ملکت فاحسن وفی روایۃ ان ولیت امر الناس فاحسن الیهم (البدایۃ ج ۸ ص ۱۲۰ البیہقی ازالۃ الخفاء شاہ ولی اللہ) قال معاویہ فما زلت اظن انی مبتلی بعمل وغیر ذلک من الروایات ما تدل علی ان الامارۃ والخلافۃ تصل اخرًا الیہ لحدیث ام حرام رض ما رواہ انس ان النبی علیہ السلام نام عندها القیلولۃ ثم استیقظ وهو یضحک لانہ رأی ناسًا من امتہ غزاۃ فی سبیل اللہ یرکبون ثبج البحر الخ (البخاری ج ۳ ص ۲۰۱ ومسلم کتاب الامارۃ) قال الحافظ ابن کثیر (ج ۸ ص ۲۲۹) یعنی جیش معاویہ حین غزا قبرس ففتحها سنۃ ۲۷ھ ایام عثمان بن عفان (بقیادۃ معاویہ عقب الشادہ الاسطول الاسلامی الاول فی التاریخ) وکانت معهم ام حرام فی صحبۃ زوجها عبادۃ بن صامت الی قولہ وهذا من اعظم دلائل النبوۃ -

ومن فضائلہ - الجمّۃ ما رواہ کنز العمال بقولہ - یبعث اللہ تعالی معاویہ یوم القیامۃ وعلیہ رداء من نور الایمان (کنز العمال ج ۶ ص ۱۹۰) ومن فضائلہ اعتراف حبر الامۃ ابن عباس رض بتفقہہ کما رواہ البخاری من حدیث ابن ابی ملیکۃ ان ابن عباس قیل لہ هل لک فی امیر المومنین معاویہ فانہ ما اوتر الا بواحدۃ فقال انہ فقیہ - وما اخرجہ ابن کثیر فی التاریخ (ج ۸ ص ۱۳۵) من قول عمرو بن العاص قال ما رأیت احدًا اسود من معاویہ (ای السیادۃ) قال جبلۃ قلت والعمر؟ قال کان عمر خیرًا منہ وکان معاویہ اسود منہ

علانہ مع سیاستہ وسیادتہ کان من الزاهدین والصفوۃ الصالحین ففی روایۃ احمد کتاب الزهد (ص ۱۷۲) رأیت معاویۃ علی المنبر بدمشق یخطب الناس وعلیہ ثوب مرقوع وغیر ذلک من تقشفہ ما تدل علی ان الصور الحقیقیۃ لمعاویہ تخالف الصور الکاذبۃ التی کان اعداء الاسلام یصورونہ بہا هذا ولم یتسع المقام هنا الاکثر من هذا -

صحابہ کرام کی تنقیص اور حضرت معاویہ کی شان میں گستاخی کرنے والوں کو خود ان حضرات کے باہمی برتاؤ اور حقیقت پسندی قدر مراتب سے سبق لینے کے لئے آخر میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ایک دو اقوال کو نقل کرنا مناسب سمجھتا ہوں جو انہوں نے امیر معاویہ اور ان کے گروہ کے نسبت ارشاد فرمائے - نہج البلاغۃ مطبوعہ مصر میں ہے۔ "ومن کتاب لہ ان علی علیہ السلام کتبہ الی اهل الامصار تقص فیہ ما جری بینہ وبین اهل الصفین وکان بدء امرنا انا التقینا والقوم من اهل الشام والظاهر ان ربنا واحد ونبینا واحد ودعوتنا واحدۃ ودعوتنا فی الاسلام واحدۃ لا نستزیدهم فی الایمان باللہ والتصدیق برسولہ ولا یستزیدوننا فالامر واحد الا ما اختلفنا فیہ من دم عثمان ونحن منہ براء (انتہی)

اللہ اللہ۔ رحماء بینہم کے اس مقدس گروہ کی کیا شان ہے۔ کہ اختلاف کے باوجود حقیقت کی راہ آنکھوں سے نہیں چھپی۔ حضرت علی رض نے صفین سے واپس ہو کر کتنی وسیع النظری تحمل اور شان مومنانہ سے اپنے اتباع کو نصیحت کی جسے حضرت شاہ ولی اللہ نے اپنی جلیل القدر کتاب ازالۃ الخفاء کے اختتام میں

بروایت شعبی عن الحارث نقل کیا : ایھا الناس لا تکرھوا امارۃ معاویۃؓ فواللہ لو فقدتموہ لقد رأیتم الرؤس تنزو عن کواھلھا کالحنظل

حضرت عمر بن عبد العزیزؒ نے کتنی عجیب بات کہی : قوم طھر اللہ سیوفنا عن دماءھم فلنطھر السنتنا عن اعراضھم واللہ اعلم ۔

سمیع الحق غفرلہٗ

۲۳ جمادی الثانی [illegible]ھ

ضمیمہ نمبر ۳

ماثورۃ التقیۃ ؟

ولنوضح ذلک بما قالہ الشیخ الامام محمد قاسم النانوتوی مؤسس دار العلوم الدیوبندیۃ ومن جعلہ اللہ حصناً حصیناً للاسلام فی الدیار الھندیۃ ۔ فقال ..... فی رسالتہ الخالدۃ (قاسم العلوم ج ۲ ص ۱)

"آرے بر طبق اصول شیعہ شہادت حضرت امام الشہداء (حضرت حسین) در کفار دین و ایمان شان ہم از دست می رود نعوذ باللہ منہا اگر باور نباشد بنگر کہ در کافی کلینی روایات دریں باب کہ ہر کرا تقیہ نیست دین و ایمان ندارد وارد شدہ اند مع سند نقل می کنم : (۱) عن ابن عمر ھشام بن سالم

عن ابن ابی عمیر الاعجمی قال قال ابو عبد اللہ یا ابا عمر ان تسعۃ اعشار الدین فی التقیۃ ولا دین لمن لا تقیۃ لہ والتقیۃ فی کل شیئ وفی المسح علی الخفین ۔

(۲) عن محمد بن یحیی عن احمد بن محمد بن عمر بن خلاد قال سألت ابا الحسن عن القیام للولاۃ فقال ابو جعفر التقیۃ دینی ودین آبائی ولا ایمان لمن لا تقیۃ لہ ۔ ازیں روایت مثل آفتاب روشن می برآید کہ ہر کہ تقیہ نکند بے دین و بے ایمان است اکنوں از حضرات شیعہ التماس ست کہ اگر ہمیں تقیہ است حسن خاتمہ حضرت امام الشہداء معلوم چہ جائیکہ شہادت و ظاہر است کہ دریں روایت ہیچ گونہ گنجائش تاویل یا تخصیص نیست اگر تاویل فرمایند یا تخصیص بعدے و شخصے نمایند مسموع نخواہد بود اکنوں ازیں چارہ نیست کہ مذہب اہل سنت اختیار کنند و اگر از اتباع حق عار و انکار است لاجرم از ائمہ دوازدہ گانہ کل یازدہ باقی خواہند اند دریں صورت انکار از حق و اصرار بر مذہب باطل لاجرم خواہد آمد ..... چہ حضرت امام را دریں ضیق و ناچاری کہ مقابل سی ہزار فوج جرار چند معدود بودند و آں ہم یکے بعد دیگرے شربت شہادت چشیدند تقیہ لازم بود ۔ اگر در اول امر امید بود در آخر وقت کہ ہیچکس نماند تقیہ لازم افتادہ بود ۔

من آنچہ شرط بلاغ است با تو می گویم
تو خواہ از سخنم پند گیر خواہ ملال

❖

ضمیمہ نمبر ٤

مصالحة حسن رضـ ومعاوية رضـ وتفويضه الخلافة ومبايعته على يديه

انّ تسليم الحسن بن على الأمر لمعاوية ومصالحتهما من الحقائق اللّتى صرّح بهما سائر اعاظم المورخين ونقلة الرجال والروايات المستفيضة الشائعة فى ذلك لاتقتصر على كتب اهل السنة بل صرّح بكثير من ذلك رجال من الشيعة وما اكتفوا بذكر مسالمتهما بل يصرّحون على بيعة السيدين الشهيدين سيّدىَ شباب اهل الجنّة الحسن رضـ والحسين رضـ كليهما على يدى الأمير معاوية ففى رواية رجال كشى برواية الامام جعفر الصادق ان الحسن والحسين وقيس بن عبادة لماقدموا الى الشام فاذن لهم معاوية واعدّ لهم الخطباء فقال ياحسن قم فبايع ثم قال للحسين قم فبايع فقام فبايع (بحار الانوار ج ١٠ ص ١٢٤ مطبوعه ايران)

وممّا يدل على الوساطة بين الحسن رضـ ومعاوية رضـ وصلحهما ما رواه الامام البخارى فى كتاب الصلح من صحيحه (ج ٣ ص ١٦٩) عن الامام الحسن البصرى قال استقبل - والله - الحسن بن على معاوية بكتائب أمثال الجبال (الى قوله) فا سألهما شيئاً الّا قالا نحن لك به فصالحه (انتهى) عقد بيعة من الحسن لمعاوية فى موضع يقال له "مسكن" على نهر دجيل فى ربيع الأول سنة احدى واربعين

فسمّى ذلك العام عام الجماعة لاجتماع المسلمين بعد الفرقة (هامش "العواصم" لمحب الدين الخطيب ص ٢٠١ ابن كثير البداية ص ١٦ ج ٨)

وهكذا اصدق الله خبر نبيّه الصادق المصدوق الذى لايخبر عن شيء الّا ويأتى مثل فلق الصبح - فعن الحسن اى البصرى قال لقد سمعت ابابكرة يقول : رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم على المنبر والحسن بن على الى جنبه وهو يقبل على الناس مرّة وعليه أخرى ويقول "انّ ابنى هذا سيّدٌ ولعل الله ان يصلح به بين فئتين عظيمتين من المسلمين (البخارى فى كتاب مناقب الحسن والحسين ج ٤ ص ٢١٦ = احمد عن سفيان . وفى دلائل النبوة عن عبد الله بن محمد وابوداود والنسائى ومعمر وابن عساكر ج ٣ ص ٢١١-٢١٢ عن جماعة ثم شرع ابن عساكر فى تطريق هذه الروايات فافاد واجاد . الامام ابن كثير فى البداية والنهاية ص ١٦-١٩ ج ٨)

وفى رواية البراء "والحسن على عاتقه" ويقول اللهم انى أحبّه فاحبّه" وفى رواية ابى هريرة واحبّ من يحبّه (بخارى ومسلم)

ومن عناصر ايمان الرافضة بل الاساس الاول فى اعتقادهم ايمانهم بعصمة الحسن وابيه واخيه وتسعة من ذرية اخيه ومن مقتضى عصمة الائمة انهم لايخطئون وكل ما صدر منهم فهو حق والحق لايتناقض واهم ما صدر عن الحسن بن على بيعته لامير المومنين معاوية فكان يجب للرفضة ان يدخلوا فى هذه البيعة وان يؤمنوا بانها الحق لانها عمل صدر من المعصوم عندهم لكن المشاهد من حالهم انهم كافرون

بما وتجمون في ذلك الامام المعصوم "حتى ان جماعة من الرافضة فسّقته (والعياذ بالله) وكفرته طائفة لاجل ذلك وقيل له " انه مسوّد وجوه المومنين" كما صرح به القاضي ابوبكر بن العربي م ۵۴۳ھ في كتابه العواصم من القواصم (ص ١٩٨) ولا يخلو هذا من احد الوجهين فامّا انهم كاذبون في دعوى العصمة لائمتهم الاثنى عشر فينهار دينهم من اساسه كما ينهار في التقية اساسهم الآخر بان لم يعمل الامام الحسين بالتقية كما اشرنا اليه في مكتوب الشيخ محمد قاسم النانوتوي رح في موضع آخر واما ان يكونوا معتقدين عصمة الحسن وان بيعته لمعاوية هي من عمل المعصوم وان يبطلوا التقية بان تركها الحسين رض لكنهم خارجون على الدين ويخالفون للمعصوم فيما جنح اليه واراد ان يلقى الله به.

واما المومنون برسالة جدّ الحسن صلى الله عليه وسلم فيرون مسالمته مع معاوية وبيعته اقرب اعماله الى الله واعظم منه على امة جده عليه السلام بحقن دماء المسلمين. وعلى رغبة ورضاء منه للنصرة ولاخطار وهي من اعلام النبوة لانها حققت ما نبأ به صلى الله عليه وسلم في سبطه سيّد شباب اهل الجنة من انه "سيصلح الله به بين فئتين عظيمتين من المسلمين" فهو متفق عليه وتناولته البشرى النبوية بالثناء والرضا كما قال شيخ الاسلام ابن تيمية رح في منهاج السنة (ج ٢ ص ٢٤٢) وهذا الحديث بين ان الاصلاح بين الطائفتين كان محمودا يحبه الله ورسوله وان ما فعله الحسن من ذلك كان من اعظم فضائله

ومناقبه التي اثنى بها عليه النبي صلى الله عليه وسلم ولو كان القتال واجباً او مستحباً لم يثن النبي عليه السلام بترك واجب او مستحب ..... الخ

وكما قال العلامة ابن الكثير رحمة الله . البار الراشد الممدوح وليس يجد حرجاً ولا تلوماً ولا ندماً بل هو راض بذلك مستبشر به وان كان قد ساء هذا اخلقاً من ذويه واهله وشيعتهم ولا سيما بعد ذلك بمدد وهلم جراً الى يومنا هذا والحق في ذلك اتباع السنة ومدحه فيما حقن به دماء الامة كما مدحه على ذلك رسول الله صلى الله عليه وسلم كما تقدم في الحديث الصحيح (البداية والنهاية ج ٨ ص ١٩)

فلله درّ الامام الباقر رح حيث صدع عن الحق وقال:

والذي صنعه الحسن بن علي كان خيراً لهذه الامة مما طلعت عليه الشمس (بحار الانوار ج ١٠ ص ١٦٤ من كتب الشيعة)

فلو لم يكن ظاهره كباطنه في المسالمة لما شرط في تلك العقد على معاوية والحال انه شرط ببعض الامور مما تدل على خلوصه ورضائه فيامنه على ان يسلم عليه وان لا يترك امر المسلمين على ان يعمل فيهم بكتاب الله وسنة رسول الله وسيرة الخلفاء الصالحين (بحار الانوار ج ١٠ ص ١٢٤ مطبوعه ايران)

وقد ابطل الشيخ القاضي ابو بكر قول الرفضة باستخلافه على الحسن فقال اما قول الرفضة انه عهد الى الحسن فباطل ما عهد الى احد (اقول كما تدل عليه رواية الامام احمد عن عبد الله بن سبع قال

سمعت عليًا يقول وذكرانه سيقتل قالوا فاستخلف علينا قال لا ولكن اتركم الى ما ترككم رسول الله صلى الله عليه وسلم قالوا فما تقول لربك اذا اتيته قال اقول اللهم تركتنى فيهم ما بدا لك ثم قبضتنى اليك وانت فيهم فان شئت اصلحتهم وان شئت افسدتهم (مسند احمد ج ١ ص ١٣٠ برقم ١٠٧٨ ومثله برقم ١٥٦ والحافظ ابن كثير عن البيهقى ٣٤) ولكن البيعة للحسن منعقدة وهو احق من معاويه ومن كثير من غيره وكان خروجه لمثل ما خرج اليه ابوه من دعاء الفئة الباغية الى الانقياد للحق والدخول فى الطاعة فآلت الوساطة الى ان تخلى عن الامر صيانة لحقن دماء الامة وتصديقًا لقول نبى الملحمة حيث قال على المنبر ابنى هذا سيد ولعل الله ان يصلح به بين فئتين عظيمتين من المسلمين فنفذ الميعاد وصحت البيعة لمعاوية العواصم من القواصم (ص ١٩٩ - ٢٠٠ مطبوعه مصر)

وهكذا اجتمع شمل المسلمين بعد تفرقهم وتفرغوا للحروب الخارجية والفتوح ونشر دعوة الاسلام واعلاء الوية الرسالة المحمدية فى اقصى العالم وكان ينبغى ان ليسجلوا فى ايثار الحسن وعقد البيعة امجادًا لا يستطيع الغير مثلها ولله فى كل شيئ حكمة فنحن نعدون بعد الصلح الحسن "مبيّض وجوه المومنين" والله على كل شيئ عليم ١٢٠

وانا العبد الضعيف سميع الحق غفرله ولمن رباه
جمادى الثانى ١٣٨٢ھ يوم الاحد بعد صلوة العشاء
فى ايام الشتاء

ضميمه نمبر ٥

تزويج ام كلثوم بنت علىؓ بعمرؓ مع بعض شواهده

صرح المورخون الثقاة باسرهم بتزويج ام كلثوم بنت فاطمة مع عمر بن الخطاب كالعلامة الطبرىؒ فى التاريخ الكبير وابن الحبانؒ فى كتاب الثقاة وابن قتيبةؒ فى المعارف وابن اثيرؒ فى الكامل وابن الكثيرؒ فى البداية نصوا جميعًا على ان ام كلثوم بنت الفاطمه كانت زوجة عمر وصرحوا انها غير ام كلثوم التى كانت زوجته من قبلها (وهى ام كلثوم بنت جرول الخزاعى المعروفة بالمليكة كما صرح به ابن الكثير فى البداية ص ١٣٩ ج ٧ بروايه الواقدى طلقها عمر فى سنة ٦ھ وما اسلمت ..... (الفاروق ج ٢ ص ٢١٣) وقال ابن الكثيرؒ فى ذكر ازواج عمرؓ وتزوج مليكة بنت جرول فولدت له عبيد الله فطلقها فى الهدنة) وفرق المورخون بينهما . ففى ثقات ابن حبان ذكر خلافة عمر . ثم تزوج عمر ام كلثوم بنت على بن ابى طالب وهى من فاطمه (رضى الله عنها) ودخل بها فى شهر ذى القعدة . وفى معارف ابن قتيبة ذكر اولاد عمر وفاطمة وزيد وامهما بنت على بن ابى طالب من فاطمة بنت رسول الله صلى الله عليه وسلم .

وقد نقل ابن اثيرؒ فى كتابه اسد الغابة فى احوال الصحابة سيرتها وتزويجها

مع عمر ؓ . واوثق من جميع ذلك ما فی صحيح البخاری اصحّ الكتب تحت اديم السماء بعد كتاب الله تعالىٰ (مع رغم منكری الحديث المخذولين خذلهم الله تعالىٰ) . ان عمر وزّع المرط فی النساء مرّة فبقی واحدٌ وتردّد عمر فيمن يعطيها فقال له رجلٌ يا امير المومنين اعط هذا ابنت رسول الله صلی الله عليه وسلم التی عندك يريدون ام كلثوم (الرواية بالمعنی صحيح البخاری باب الجهاد ص ۴۰۳) ومما نقل به المورخون ان صداقها فی تزويج عمر كانت اربعين الف درهم وولدت لها من عمر ؓ زيدٌ ورقية وكانت وفات زيد بقتله خطاءً وذلك يوم ماتت امّه ام كلثوم (رحمة للعالمين ج ۲ ص ۱۲۶ الفاروق ۲ ص ۲۱۳) وقد بسط المورخ الشهير العلامة شبلی النعمانی ؒ الهندی الكلام فی ذلك فليراجع الی كتابه الجليل الفاروق ج ۲ ونكحها عمر تشرفاً وتكرماً بقرابة النبی ؐ وصلته به -

ومن ناحية اخرىٰ | واما الرفضة فكابروا وتسامحوا فی ذلك علی حسب عادتهم فمن المعاندين منهم من تعاموا وانكروا تلك الحقيقة الثابتة ومنهم من لم يجترؤوا علی الانكار ولكن قالوا انها كانت بظلم من عمر وقهره وغلبته ومنهم من اعترفوا برضاء علی ورغبته فی ذلك ولكن قالوا ان عليّاً ؓ اراد بذلك القرابة اصلاح غلظة عمر وفظاظته (والعياذ بالله) كما يدل عليه ما نقله العلامة الشوستری فی مجالس المومنين عن كتاب مشفی للسيد مرتضی من قول ابی الحسن علی بن اسماعيل : پرسيدند كه چرا آں حضرت (علی ؓ) دختر به عمر بن الخطاب داد گفت

بواسطه آنكه اظهار شهادتين می نمود به زبان واقرار فضل حضرت امير ؓ می كرد و در آں باب اصلاح غلظت وفظاظت او نيز منظور بود (بحواله نصيحة الشيعه ج اول ص ۱۳۹ از مولانا عبد الشكور ؒ لكھنوی)

فوا اسفاً علی اخواننا الشيعة كيف بهتوا علی الامير علی وهو اسد الله تعالىٰ بان يغصب بنته وهو لا يدافع ولا يحس بل يغتنم غضب عمر ؓ بان يصير بذلك ختنه فلا يجبر بعد ذلك عليه وكيف يكون الغصب والجبر من عمر وهو علی اقوال الشيعة كان ترتعد وتخاف وتضطرب كلما رأیٰ عليّاً فی الشوارع او الطريق كما فی حيات القلوب (ج دوم ص ۳۲۷) علی بن ابراهيم از ابو واثله روايت كرده است كه گفت روزے با عمر بن الخطاب براہے می رفتم ناگاه اضطرابے در او يافتم وصدائے از سينه او شنيدم مانند كسے كه از ترس مدهوش شود گفتم چه شد ترا اے عمر گفت مگر نمی بينی شير بيشه شجاعت را ومعدن كرم وفتوت را وكشنده طاغيان وباغيان را وزننده شمشير وعلمدار صاحب تدبير را چوں نظر كردم علی بن ابی طالب را ديدم (الی آخر ما فی حيات القلوب) فالحق ان القرابة بين عمر وعلی كان بصلة الاسلام وصلة الرسول عليه السلام لا بجبره وغضبه من الفاروق ولا بخوفه وطمعه من المرتضیٰ وهكذا افاز عمر بمزية قرابة الرسول وصار ختناً للنبی عليه السلام بواسطة ام كلثوم بنت الفاطمة ؓ كما تشرف بصهريته الرسول ؐ بواسطة الحفصة ؓ . فعلیٰ يزوجه البنت واتباع علی يبغضونه لقد عتوا عتواً كبيرا ۔

اے چشم اشكبار ذرا ديكھ تو سهی | يه گھر جو بهه رها ہے كہيں تيرا گھر نه ہو

ولنذكر نبذة من مصرحات كتب الشيعة المشهورة لتكون حجة قاطعة على المعاندين وشهادةً كاملة لمزيّته العالية ۔ والهداية من الله ۔

مصرّحات ائمة الشيعة

(١) عن جعفر عن ابيه قال ماتت ام كلثوم بنت علی وابنها زید بن عمر بن الخطاب فی ساعة واحدة (تهذیب الاحکام ص ٣٨٠)

(٢) ان علیا علیه السلام لمّا مات عمر اتی ام كلثوم فاخذ بیدها فانطلق بها الی بیته (فروع کافی ج ٢ ص ٣١١)

(٣) جناب ام کلثوم کبریٰ دختر فاطمة الزہراء در سرائے عمر بن الخطاب بود از وے فرزند بیاورد چون عمر مقتول شد محمد بن جعفر بن ابی طالب او را در حبالۂ نکاح خود آورد (ناسخ التواریخ باب تزویج ام کلثوم بعمر بن الخطاب ص ٢٧ تا ٩٨)

(٤) ام کلثوم کبریٰ دختر فاطمة الزہراء در سرائے عمر بن الخطاب بود از وے فرزند زید تولد شد ۔ (تاریخ مظفری ص ٢٧ تا ٩٨)

(٥) علامة الشیعة نور الله الشوستری یصرّح بان النکاح کانت برضا علیؓ وتسلیمه حیث قال اگر نبی دختر بعثمان داد ولی دختر بعمر فرستاد (مجالس المومنین) وغیر ذلك من روایاتهم وتصریحاتهم النظر الی کتبهم ۔ (٦) الاستبصار ص ١٨٤ ج ٣ (٧) تهذیب الاحکام ج ٢ (٨) علل الشرائع والاحکام ص ٤٣ (٩) دمع العتون ص ١٨٣ (١٠) ایضاً ص ١٦١ ١٢ ۔ والله اعلم وعلمه اتم الحبد المذنب ۔

سمیع الحق غفرلهٗ

ضمیمه نمبر ٦

صهریة عثمانؓ وکونه زوج بنتی النبی علیه الصلوٰة والسلام

نبذة ممّا صرح به کتب الشیعة

ان من الشیعة من ینکرون ختنیة عثمان للنبی علیه السلام ویزعمون ان رقیة وام کلثوم ما کانتا من بنات خدیجة من النبی علیه السلام بل من زوجها الاوّل ولکن ذلك ممّا تأبی عنه الاحادیث الصحیحة والاخبار المتواترة ویخالفه ظاهر النص حیث قال الله تعالیٰ قل لازواجك وبناتك الآیة واقل الجمع ثلثة۔

ولنذکر عدة اقوال من کتب ائمة الشیعة لیکون ردًّا لاقوالهم الکاذبة وفضیلةً فاخرةً لذی النورین عثمان رضی الله عنه فنی نهج البلاغة من قول علی لعثمان بعد ذکر مناقبه الکثیرة ، وقد نلت من صهره ما لم ینالا (ای الشیخینؓ) (شرح ابن میثم مطبوعه ایران جزو ٢١) فثبت من کلام الامیرؓ صهریة عثمان وانها فضیلة یفضل بها الامیرؓ عثمان علی الشیخین۔ وکتب الملّا باقر المجلسی فی حیات القلوب (ج ثانی باب پنجاه ویکم) نقلاً عن قرب الاسناد بسند معتبر عن الامام الصادقؓ ان ام کلثوم ورقیه کانتا من بطن خدیجة من بنات النبی علیه الصلوٰة والسلام وکذا روی ابن بابویه بسند صحیح انهما کانتا من بنات النبی علیه السلام ثم قال ان المشهور من

بناتہ الاربعۃ الاولیٰ زینب ثم ام کلثوم ثم رقیہ۔ ثم کتب ما نصہ: "جمع از علمائے خاصہ وعامہ را اعتقاد آنست کہ رقیہ وام کلثوم دختران خدیجہ بودند از شوہر دیگر و بعضے گفتہ اند کہ دختران ہالہ خواہر خدیجہ بودہ اند بر نفی ایں دو قول روایات معتبرہ دلالت می کنند" وقد افتریٰ الملا باقر حیث نسب القول الاول الی العامۃ ای اہل السنۃ وفی اصول الکافی للشیخ ابی جعفر محمد بن یعقوب الکلینی م ۳۲۲ھ باب مولد النبیؐ (ص ۲۷۸) ان النبی علیہ السلام نکح مع خدیجۃ وقبل البعثۃ ولدت من النبیؐ القاسمؓ والرقیۃؓ۔ وام کلثومؓ وزینبؓ وبعد البعثۃ ولدت لہٗ الطیبؓ۔ والطاہرؓ۔ والفاطمۃؓ۔ وکذلک صرح الخلیل قزوینی فی کتابہ الصافی شرح الکافی بقولہ: زادہ شد برائے او از خدیجہ پیش از رسالت او قاسم رقیہ وزینب وام کلثوم۔ وفی حیات القلوب (ج ۲ ص ۷۱۸) وسند معتبر از حضرت صادق روایت کردہ است...... فاطمہ را آنحضرت علیہ السلام با میر المومنین علی تزویج نمود وبعثمان بن عفان ام کلثوم را وبعد از وحضرت رقیہ را با و تزویج نمود: وقال صاحب حیات القلوب فی موضع آخر (ص ۲۳۰ باب ۲۵) واز جملہ آنھا (ای من مہاجری الحبشۃ) عثمان بود و رقیہ دختر حضرت رسولؐ کہ زن او بود: ونقل صاحب تہذیب الاحکام فی ادعیۃ فاطمۃ قولہا اللہم صل علی رقیۃ بنت نبیک واللہم صل علی ام کلثوم بنت نبیک (ج ۱ ص ۱۵۴ وکذا فی استبصار ج ۱ ص ۲۲۵ وفی تذکرۃ المعصومین (مطبوعہ یوسفی دہلی ۱۹۱۹ء) واما تزویج خدیجۃ رضی اللہ عنہا وہو ابن بضع عشرین سنۃ فولدت لہٗ منہا قبل مبعثہ رقیہ وام کلثوم وغیر ذلک من الروایات المتواترۃ عند الشیعۃ لایابیٰ منہ الا معاندٌ

زنیمٌ وتزویج النبیؐ ایاہ بنتیہ دلیلٌ واضحٌ علی ایمانہ الکامل وتقواہ وان النبی علیہ السلام یحبہ حبًا شدیدًا ولو کان عثمان کما فرضہ الشیعۃ والعیاذ باللہ لما اتصل النبی فی قرابتہ ولما لقب "بذو النورین" الی یوم القیامۃ و الفضل بید اللہ ولو کرہ المبطلون واللہ یہدی من یشاءُ الی صراط مستقیم والصلوۃ علی سید الوریٰ وعلی آلہ واصحابہ ذوی الدرجات العلیٰ ۱۲

عبدہٗ الجانی محمد سمیع الحق الحقانی سترہ اللہ بسترہ الجمیل

صفحہ ۵۵ کا ذیلی نوٹ

حضرت حجۃ الاسلام لسان الحکمۃ مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

"شہر بانو، بادشاہ یزدجرد شاہ فارس کی بیٹی تھیں، حضرت عمرؓ کے زمانے میں غنیمت میں آئی تھیں۔ ان کو حضرت عمرؓ نے حضرت امام حسینؓ کے حوالے کر دیا تھا۔ اور دو اور جو ان کی بہنیں تھیں ایک ماہ بانو اور ایک مہر بانو ان میں سے ایک تو

حضرت محمد بن ابی بکر کو دیدی تھی، اور ایک عبداللہ بن عمر کو ملی تھی۔ مگر جہاد کی عورتوں سے نکاح کی حاجت نہیں ہوتی اس لئے نکاح کی نوبت نہیں آئی۔ اس تقریر سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ حضرت عمرؓ کی خلافت حضرت علی اور حضرت امام حسنؓ اور حضرت امام حسینؓ کے نزدیک حق تھی ورنہ پھر جہاد کے صحیح ہونے اور غنیمت کے حلال سمجھنے کی کوئی صورت نہیں۔ اگر ان کی خلافت صحیح نہ ہوتی تو پھر سوچنے کی بات ہے۔ کہ یہ اعتراض کہاں کہاں تک پہنچتا ہے۔ اس صورت میں یہ بھی معلوم ہو گیا ہوگا۔ کہ قاسم بن محمد بن ابوبکر اور سالم بن عبداللہ بن عمر یعنی ایک ابوبکر کے پوتے اور ایک حضرت عمر کے پوتے حضرت امام زین العابدین کے خلیرے بھائی ہیں۔ پھر اس قرابت تازہ ہی کے سبب اور رشتے ہوتے رہے۔ چنانچہ حضرت قاسم مذکور امام صادق کے نانا بھی ہیں۔ انتہیٰ۔ ملاحظہ ہو مکتوب حضرت نانوتویؒ فیوض قاسمیہ ۱۶-۱۷

افسوس کہ ان مسلّمہ حقائق سے چشم پوشی کرکے تعصّب و تفرقہ انگیزی اور خلفاء و اہل بیت کے درمیان نفرت کے پروپیگنڈے کا طوفان اٹھایا گیا۔ تاریخ اس قسم کی بد دیانتیوں سے بریز ہے۔ حقائق سے انکار و گریز اور کذب و افتراء سبائی فتنے کا شعار ہے۔

اے چشم اشکبار ذرا دیکھ تو سہی
یہ گھر جو بہہ رہا ہے کہیں تیرا گھر نہ ہو

وحمد الملک العلّام خیر الختام

سمیع الحق